

اللہ وجود پر کائنات دلائل

تالیف

حضرت مولانا پیر گل رئیس نقشبندی مجددی
جامعہ اراکھدی (مرکزی) دواپل بنوں



قاسم نانوتوی لاہوری بنوں

0336-5856666

اللہ وجود پر کائنات دلائل

تالیف

حضرت مولانا پیر گل رئیس نقشبندی مجددی
جامعہ اراکھدی (مرکزی) دواپل بنوں



قاسم نانوتوی لائبریری بنوں

0336-5856666

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اللہ وجود پر کائنات دلائل

محبوب السالکین
حضرت مولانا پیر گل رئیس
نقشبندی مجددی

مفتی محمد عبداللہ نقشبندی

مفتی فہد نواز حقانی

اسد فراز نورنگ

جون 2025

اول ایڈیشن

نام کتاب

افادات

مرتب

معاون

کمپوزنگ

سال اشاعت

بار اشاعت

قاسم نانوتوی لائبریری

جامعہ دارالہدی (مرکزی) جاس روڈ، منوں
Mob 0336-5856666 / 0335-8030171

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	حرفِ آغاز	8
1	اللہ سے پہلے کون تھا؟	13
2	اللہ کے موجود ہونے پر امام مالکؒ کا زبان سے اثبات	18
3	اللہ کا وجود، امام احمد بن حنبلؒ اور بند محل	19
4	اللہ کا وجود، امام شافعیؒ اور شہتوت کا پتہ	20
5	اللہ کے وجود پر عرب دیہاتی کی عجیب دلیل	21
6	اللہ کے وجود پر علامہ اقبال اور دھری کا مناظرہ	22
7	اللہ کے وجود پر عرب بڑھیا کا چرنے سے ثبوت	23

24	اللہ کے موجود ہونے پر امام ابو حنیفہؒ اور دھریا کا مناظرہ	8
26	اللہ کے وجود پر ایک حکیم کی شہد کی مکھی سے دلیل	9
27	امام جعفر صادق اور ایک دھریا	10
29	اللہ رب العزت کے وجود کی چیونٹی اور سفید کاغذ سے مثال	11
30	اللہ رب العزت کے وجود کی عجیب مثال	12
31	اللہ رب العزت کے وجود کا محسوسات سے مثال	13
31	اللہ کو اپنی حقیقت پر علم ہے	14
32	اللہ کا نام کمالات کا مجموعہ	15
39	اللہ کی ذات کی پہچان	16

40	اللہ کے کس نام میں زیادہ کمال ہے	17
41	اللہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے	18
45	اللہ کے خزانوں کی انتہا نہیں ہے	19
47	اللہ کی علم کی انتہا نہیں ہے	20
49	اللہ کی تعریفوں کی انتہا نہیں ہے	21
52	اللہ سار انور ہی نور ہے	22
56	اللہ کو اپنے حسن و جمال پر ناز ہے	23
57	یا اللہ تیری بے شمار نعمتوں کو سلام	24
59	اللہ کے نام میں کوئی عذاب والا نام نہیں ہے	25
61	اللہ قدردان ہے	26
63	اللہ کی جلالتِ شان	27
65	اللہ کی عظمت	28
67	اللہ کی ذات دائمی اور ہمیشہ ہے	29

68	اللہ رب العزت کے پاس فضائل کی قدر و قیمت ہے	30
68	اللہ کا نور کب ظاہر ہو گا؟	31
69	اللہ کا نور قیامت میں	32
70	اللہ کا کلام --- بے مثال کلام	33
75	وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ	34
77	مقصدِ زندگی --- اللہ کی بندگی	35
78	المشاہدہ بقدر المجاہدہ	36
79	اللہ کی بندگی کرنا فرض ہے	37
80	اللہ سے ہونے کا یقین	38
82	پوری کائنات کا نظام کلمہ کے دو اجزاء میں بند ہے	39
86	اللہ کا قرب کیسے حاصل ہو گا	40

88	علم دین اللہ کے قرب کا آسان ذریعہ ہے	41
89	اللہ کے تعلق سے کام بنے گا	42
90	اللہ کے ہاں اخلاص کا سکھ چلتا ہے	43
92	اللہ کی طرف یعنی آخرت کی طرف سفر	44
95	اللہ کے پاس توشہ لے جانا	45
97	اللہ کے سامنے پیشی	46
98	اللہ کے سامنے حساب تمام عمر کا	47
100	معمولات نبوی ﷺ	48

حرفِ آغاز

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى، اما بعد

یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ذکر میں راحت محسوس کرتا ہے۔ جس سے محبت ہو، اُس کا نام لینا، اُس کے بارے میں سوچنا اور اُسے یاد کرنا دل کو سکون بخشتا ہے۔ یہی کیفیت اُس وقت دل پر طاری ہوتی ہے جب اس میں اللہ تعالیٰ کی سچی محبت راسخ ہو جائے۔ جب بندہ اپنے رب کا محب بن جاتا ہے تو اس کی گفتگو کا مرکز، اس کی یادوں کا محور، اور اس کی خوشیوں کا سرچشمہ صرف ذکرِ الہی بن جاتا ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب دل میں اللہ کی محبت گھر کر جاتی ہے،

تو دنیا کی عارضی محبتیں بے معنی محسوس ہونے لگتی ہیں، اور بندے

کی روح ذکرِ الہی میں سکون پاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" "خبردار! اللہ کے ذکر سے

ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔" (سورۃ الرعد: 28)

اللہ تعالیٰ کے سچے عاشقوں کی زبانیں ہر وقت تسبیح، تہلیل اور حمد و

ثنا سے معطر رہتی ہیں۔ ان کے دل اللہ کی یاد میں ڈوبے ہوتے ہیں

اور ان کی محفلیں ربِّ ذوالجلال کی عظمت کے نغموں سے گونجتی

ہیں۔

ایسے ہی عشاقِ الہی میں ایک روشن نام میرے والدِ گرامی، حضرت

مولانا پیر گل رئیس نقشبندی مدظلہ العالی کا ہے، جو قافلہٴ خیر کے

ایک ممتاز فرد اور اللہ کی محبت کے لیے چُنے گئے بندے ہیں۔ ان کی گفتگو کا مرکز اللہ کی معرفت، محبت اور یادِ الہی ہوتا ہے۔ جہاں بھی تشریف لے جاتے ہیں، اللہ کی عظمت، اس کے کرم اور اس کی شان بیان کرتے ہیں تاکہ دل اللہ کی طرف مائل ہو جائیں۔

آپ کا یہ ذوق صرف وعظ و نصیحت تک محدود نہیں، بلکہ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں ہے۔ اب تک آپ کی 28 کتب منظرِ عام پر آچکی ہیں، جن میں سے پانچ کتابیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، محبت احسانات اور انعامات پر مبنی ہیں، جن کے عنوانات درج ذیل ہیں: "اللہ کا غیبی نظام"، "اللہ کی باتیں"، "اللہ کے نام میں زندگی ہے"، "اللہ کا پیارا نام"، اور "رب کے

احسانات۔

زیر نظر کتاب "اللہ کے وجود پر کائنات سے دلائل" کے عنوان سے شائع ہو رہی ہے، جو اس موضوع پر ایک منفرد، دلنشین اور ایمان افروز مواعظ کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب دل میں محبتِ الہی کا جذبہ بیدار کر کے بندگی کی راہ کو آسان بناتی ہے، جو انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے۔

اللہ رب العزت ہمارے والدِ گرامی مدظلہ العالی کی اس مخلصانہ اور پُر خلوص کاوش کو اپنی بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اور اس کتاب کو ایسا ذریعہ ہدایت بنائے جو بھٹکی ہوئی انسانیت کو خالق حقیقی کے قرب سے ہمکنار کرے۔ یہ کاوش دلوں

میں نور، فکر میں جلا اور زندگی کو صحیح سمت عطا کرے۔ آمین یا رب

العالمین!

دعاجو

مفتی محمد عبد اللہ نقشبندی

مسؤل برائے حفظ ضلع بنوں وفاق المدارس العربیہ ملتان پاکستان

(1) اللہ سے پہلے کون تھا؟

ایک دفعہ روم کے بادشاہ نے ایک روز مسلمانوں کے بادشاہ کے پاس وفد بھیجا کہ مسلمانوں سے اللہ کے ذات کے متعلق سوال کریں کہ اللہ کی ذات کیا ہے کیسے اور کہاں ہے۔ اس وقت عربوں میں مسلمانوں کا بادشاہ خلیفہ ابو جعفر منصور تھے جو کہ خود ایک شیخ الحدیث بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ملک میں علماء کو جمع کر کے ایک بڑی تقریب منعقد کی تاکہ روم والے وفد (کافروں) کو تسلی بخش جواب دیا جاسکے۔ امام ابو حنیفہؒ کی اُس وقت عمر 11 سال تھی، وہ مجمع میں موجود تھے۔ انہوں نے علماء سے درخواست کی کہ آپ کی اجازت سے میں ان کو جواب دے دوں گا تاکہ ان کو پتہ چلے کہ مسلمانوں کے بچے اتنے ذہین ہیں تو اُن کے علماء کا کیا حال ہو گا۔

i. دھری (جو اللہ کی ذات کا منکر ہو) نے سب سے پہلے سوال کیا

کہ اللہ سے پہلے کون تھا؟ امام صاحبؒ نے اس دھری سے کہا کہ آپ سوال کرنے والے ہیں اور ہم سے جواب مانگنے والے ہیں اس لئے آپ نیچے آجائیں کیونکہ سوال کرنے والے نیچے کھڑے ہوتے ہیں اور ہم سیٹج کے اوپر آئیں گے کیونکہ ہم جواب دینے والے ہیں اور جواب دینے والے اوپر کھڑے ہوتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ صاحبؒ جواب میں کہنے لگے کہ آپ 10 سے الٹا گنا شروع کریں۔ 10 سے پہلے 9 پھر اُس سے پہلے 8 پھر 7 اور اس طرح کرتے کرتے 1 پر آگیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے اُس کافر سے پوچھا کہ ایک سے آگے کیا ہیں وہ دھری کہنے لگا کہ ایک سے پہلے تو زیرو (0) ہے یعنی کچھ بھی نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرمانے لگے کہ یہ مجازی گنتی ہے کہ ایک سے پہلے کچھ نہیں ہے اور جبکہ اللہ رب العزت حقیقی گنتی ہیں، اللہ سے پہلے بھی کچھ نہیں تھا، اللہ

ہی سے کائنات کی ابتداء ہوتی ہے۔

دوسرے الفاظ میں اگر کافروں سے پوچھا جائے کہ اس دنیا سے پہلے کیا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ مادہ (matter) ہے، اگر تم دنیا سے پہلے مادہ مانتے ہو تو ہم مسلمان کائنات بننے سے پہلے اللہ کو مانتے ہیں۔

ii. اس کافر نے دوسرا سوال یہ کیا کہ اس وقت اللہ کہاں ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے دودھ منگوایا پھر اُس کافر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو وہ کہنے لگا یہ دودھ ہے، پھر امام صاحبؒ نے پوچھا کہ اس میں گھی موجود ہے تو وہ دھری کہنے لگا کہ میں مانتا ہوں کہ اس میں گھی موجود ہے لیکن میں آپ کو گھی دکھا نہیں سکتا ہوں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم بھی مانتے ہیں کہ اللہ رب العزت ہر جگہ موجود ہیں لیکن آپ دیکھ نہیں سکتے۔ وہ کافر لاجواب ہوا۔

iii. اُس کافر نے تیسرا سوال کیا کہ اللہ کا چہرہ کس طرف ہے۔ امام صاحبؒ نے چراغ منگوایا، اُس چراغ کو جلایا اور پھر اس دھری سے پوچھا کہ اس چراغ کی روشنی کا چہرہ کس طرف ہے تو وہ کافر کہنے لگا کہ یہ نور ہے اس کا چہرہ ہر طرف ہے تب امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ مجازی نور ہے اس کا چہرہ ہر طرف ہو سکتا ہے تو اللہ رب العزت تو حقیقی نور ہیں اُس کا چہرہ بھی ہر طرف موجود ہے۔ کافر کے پاس اس دلیل کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

iv. پھر اُس کافر نے چوتھا سوال پوچھا کہ اللہ لوہے کی طرح سخت ہے یا پانی کی طرح نرم ہے وہ کیسے محسوس ہوتا ہے۔ آج تک ہم نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ کس طرح ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا کہ یہ لوگ جو آپ کے سامنے موجود ہیں یہ کس وجہ سے زندہ ہیں۔ وہ کافر کہنے لگا کہ ان میں روح موجود ہیں اگر روح نکالی جائیں تو سب مردہ بن جائیں گے اور ختم ہو جائیں

گے۔ امام صاحبؒ نے پھر پوچھا کہ یہ روح جو لوگوں کے جسموں میں تم تسلیم کرتے ہو آپ نے کبھی دیکھی ہے۔ وہ دھری کہنے لگا کہ میں روح کو مانتا ہوں کہ انسان کے اندر موجود ہے لیکن کبھی دیکھی نہیں ہے۔ امام صاحبؒ فرمانے لگے کہ ہم بھی اللہ رب العزت کو مانتے ہیں کہ وہ کائنات میں موجود ہے جبکہ ہمیں ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آرہا ہے۔

v. وہ کافر لا جواب ہوا اور اگلے سوال کیا کہ ابھی اللہ کیا کر رہا ہے تو امام صاحبؒ فرمانے لگے کہ اللہ یہ کر رہا ہے کہ تم جیسے دھری کو تخت سے نیچے لا کر فرش پر کھڑا کر دیا اور مجھ جیسے توحیدی بچے کو اوپر کھڑا کر کے تجھ کو لا جواب کروادیا۔

وہ کافر اپنے مقصد میں ناکام ہو کر میدان سے باہر نکلا اور مسلمانوں کو ذلیل کرنے کی نیت سے آنے والا خود رُسوا ہو کر واپس ہوا۔ (سیرۃ النعمان، علامہ شبلی نعمانی ص 50)

(2) اللہ کے موجود ہونے پر امام مالکؒ کا زبان سے اثبات

ہمارے اکابر نے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کا وجود ثابت کرنے اور لوگوں کو سمجھانے کے لئے روزمرہ زندگی میں پیش ہونے والے واقعات اور حالات سے سمجھانے کی کوشش کی ہے اور اللہ رب العزت نے ہمارے اکابر کے دلوں میں حالات کے اعتبار سے موثر مثالیں ڈال دی تھیں۔ یہ مثالیں اُس وقت کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے ہدایت کا درجہ بنی ہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں جب میں نے زبان کو دیکھا کہ اس کی ساخت ایک جیسی ہے، سب لوگوں کی زبانیں گوشت سے بنی ہیں، انداز ایک جیسا ہے، مقام اور مکان ایک ہیں لیکن کبھی یہ زبان عربی بولتی ہے کبھی عبرانی کبھی سریانی اور کبھی لاطینی وغیرہ (اُس زمانے میں یہی زبانیں رائج تھیں)۔ معلوم ہوا کہ کوئی بیرونی طاقت ہے جو اس میں اثر پیدا کرتی ہے اور یہ زبان مختلف بولی بولتی ہے اور یہ ایک بیرونی طاقت کون ہے، یہ اللہ رب العزت کی ذات

ہے جو اس زبان میں مختلف بولی بولنے کی قوت پیدا کرتا ہے۔ (التفسیر الکبیر ج 1 ص 334، ابن کثیر ج 1 ص 58)

(3) اللہ کا وجود امام احمد بن حنبلؒ اور بند محل

امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا اللہ رب العزت موجود ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ سنو یہاں ایک مضبوط کمرہ جس میں کوئی سراخ نہیں کوئی دروازہ نہیں، باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے، چاروں طرف سے بند ہے اور ہوا کا بھی کوئی راستہ نہیں ہے کہ اچانک ایک دیوار گر کر ایک زندہ آنکھوں، کانوں اور بولنے والا جانور نکل آتا ہے۔ تو بتاؤ اس بند کمرے سے ایک زندہ مخلوق کو نکالنے والا کوئی ہے یا نہیں۔ یہ نکالنے والا اللہ رب العزت کی ذات ہے پھر فرمایا کہ انڈے کو دیکھو جو ہر طرح سے بند ہے پھر اس کے اندر سے اللہ رب العزت بے مثل جاندار پیدا کرتا ہے جو کہ

اللہ رب العزت کے وجود پر دلیل ہے۔

(التفسیر الکبیر ج 1 ص 334۔ ابن کثیر ج 1 ص 50)

(4) اللہ کا وجود امام شافعیؒ اور شہتوت کا پتہ

شہتوت کے پتے سے رب کی معرفت

مَا الدَّلِيلُ عَلَى وُجُودِ الصَّانِعِ وَرَقَةُ الْفِرِّ صَادٍ طَعْمُهَا
وَلَوْنُهَا وَرِيحُهَا وَطَبْعُهَا وَاحِدٌ عِنْدَكُمْ فَتَا كُلُّهَا دُودَةٌ
الْقَرْ فَيَخْرُجُ مِنْهَا الْإِبْرِيْسُ وَالنَّحْلُ فَيَخْرُجُ مِنْهَا
الْعَسَلُ وَالشَّاةُ فَيَخْرُجُ مِنْهَا الْبَعْرُ وَيَا كُلُّهَا الطِّبَاءُ
فَيَنْعَقِدُ فِي نَوَا فِجْهَا الْبِسْكَ فَمِنْ الَّذِي جَعَلَ هَذِهِ
الْأَشْيَاءَ كَذَلِكَ مَعَ أَنَّ الطَّبْعَ وَاحِدٌ

(التفسیر الکبیر ج 1 ص 333)

حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ اس پر آپؒ نے پوچھا کہ تم مجھے بتاؤ کہ شہتوت کے پتوں کا ذائقہ، رنگ، بو اور ساخت ایک جیسی ہوتی ہے۔ جب کیڑا

کھاتا ہے تو ریشم نکلتا ہے۔ شہد کی مکھی کھاتی ہے تو شہد۔ بکری کھا لیتی ہے تو مینگی نکلتی ہے۔ جب ہرن کھا لیتی ہے تو اس کے نافے میں مشک پیدا ہوتا ہے۔ یہ قسم قسم کی تخلیقات کون کرتا ہے۔

(5) اللہ کے وجود پر عرب دیہاتی کی عجیب دلیل

ایک بدوی دیہاتی صحرا میں سفر کر رہا تھا، اُس سے پوچھا گیا کہ رب کے وجود کی دلیل کیا ہے۔

اس کو مینگنیاں نظر آئی تو جواب دیا کہ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْبَعْرَةَ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيرِ زمین پر پڑی ہوئی مینگنیاں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں سے کوئی اونٹ گزرا ہے۔ وَإِنَّ أَثَرَ الْأَقْدَامِ يَدُلُّ عَلَى الْمَسِيرِ زمین پر پاؤں کے نشانات کسی آدمی کے گزرنے پر دلالت کرتے ہیں۔ وَالرَّوْثُ عَلَى الْحَبِيرِ لید سے گدھے کا پتہ چلتا ہے پھر کہا: سَمَاءُ ذَاتِ الْأَبْرَاجِ وَأَرْضُ ذَاتِ فَجَاجٍ وَبَحَارُ ذَاتِ الْأَمْوَاجِ، أَلَا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ؟ تو کیا برجوں والا آسمان، اور راستوں والی زمین، اور موج مارنے والے

سمندر، اللہ تعالیٰ باریک بین اور خبردار کے وجود پر اور توحید پر
دلیل نہیں بن سکتے؟

(التفسیر الکبیر ج: 1، ص: 332۔ تفسیر ابن کثیر، ج: 1، ص: 59)

6) اللہ کے وجود پر علامہ اقبال اور دھری کا مناظرہ

علامہ اقبالؒ ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ ایک دھری آیا
(دھریوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کائنات کا نظام خود بخود بنا ہے اور
خود بخود چل رہا ہے نہ کسی نے بنایا ہے اور نہ کسی چلانے والے
والے کی ضرورت ہے۔ وہ اللہ کی ذات کے منکر ہوتے ہیں) علامہ
اقبالؒ سے اللہ کی ذات کے موجود ہونے کے متعلق سوال کیا کہ کیا
اللہ رب العزت کی ذات موجود ہے۔ علامہ اقبالؒ دھری سے
پوچھنے لگے کہ میں کون ہوں۔ وہ دھری کہنے لگا کہ آپ علامہ
اقبالؒ ہیں۔ علامہ اقبالؒ فرمانے لگے کہ میں اقبال نہیں ہوں، کون
کہتا ہے کہ میں اقبال ہوں۔ وہ دھری کہنے لگا کہ فلاں کہتا ہے کہ یہ
علامہ اقبالؒ ہے، مسلمانوں کا مذہبی سکالر ہے، فلاں بھی کہتا ہے،

فلاں بھی کہتا ہے اور فلاں بھی یہی کہتا ہے۔ تو علامہ اقبالؒ فرمانے لگے کہ اللہ کے بندے 3، 4 بندوں کے کہنے سے آپ مانتے ہیں کہ میں اقبال ہوں اور روزانہ کروڑوں اور اربوں لوگ کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی ذات موجود ہے، اللہ موجود ہے، اللہ موجود ہے اور آپ اُس کو نہیں مانتے ہیں۔ وہ دھری پہلے جواب سے ہی لاجواب ہو گیا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، ص 278)

7) اللہ کا وجود پر عرب بڑھیا کا چرنے سے ثبوت

عرب کی بڑھیا سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کے وجود پر کیا دلیل ہے۔ وہ چرخہ چلا رہی تھی، جواب دیا کہ یہ میرا چرخہ جب میں چلاتی ہوں تو چلتا ہے اور جب نہ چلاؤں تو خود بخود نہیں گھومتا۔ اگر چھوٹا چرخہ چلانے والے کے بغیر نہیں چلتا ہے تو کائنات کا (سورج، چاند، دریاؤں، جنگلوں اور پہاڑوں) یہ وسیع نظام کیسے چلے گا۔ پھر پوچھا اللہ کی توحید پر کیا دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے۔ جواب دیا کہ

اگر چرخہ چلانے والا ایک بندہ ہو تو ٹھیک چلتا ہے اور اگر چلانے والے دو ہو جائیں اور ایک بندہ ایک طرف گھمائے اور دوسرا دوسری طرف گھمائے تو چرخہ ٹوٹ جائے گا اور پانی نکالنے کا نظام رُک جائے گا۔ جس دن سے کائنات وجود میں آئی ہے ایک بال برابر خلل نہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ چلانے والا ایک ہے۔



(8) اللہ کے موجود ہونے پر امام ابو حنیفہؒ اور دھریا کا مناظرہ

امام ابو حنیفہؒ ایک دن اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے، ادھر دھریہ لوگ تلواریں نکال کر امام صاحب کے پاس پہنچے اور اللہ

رب العزت کے وجود کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اس وقت ایک بڑی سوچ میں ہوں اور وہ یہ کہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ایک بہت بڑی کشتی ہے جس میں تجارتی سامان ہے مگر اس کا چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ کشتی بڑی بڑی موجوں کو چیرتی پھاڑتی ہوئی آگے جا رہی ہے اور جب رکنے کی جگہ آتی ہے تو خود ہی وہاں رک جاتی ہے اور پھر چلنے لگتی ہے۔ اس پر دہریوں نے کہا کہ کوئی عقل مند انسان کیا ایسی بات کر سکتا ہے کہ ایک بڑی کشتی خود بخود چل رہی ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ افسوس تمہاری عقلوں پر کہ ایک کشتی تو بغیر چلانے والے کے چل نہیں سکتی اور یہ ساری کائنات، دنیا، زمین اور آسمان کا نظام خود بخود چل رہا ہو۔

یہ جواب سن کر وہ لاجواب ہو گئے اور حق معلوم کر کے اسلام لے آئے۔

(التفسیر الکبیر ج 1 ص 333۔ تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 59)

فَيَا عَجَباً كَيْفَ يَعْصِي إِلَّا لَهُ

أَمْرٌ كَيْفَ يَجْعَدُهُ الْجَا حِدُ

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ

تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

افسوس اللہ رب العزت کی ذات کی جھٹلانے پر لوگ کیسی
دلیری کر جاتے ہیں حالانکہ ہر چیز اس اللہ رب العزت کی ذات پر
اور وحدہ لا شریک ہونے پر گواہی دیتی ہے۔

(التفسیر ابن کثیر ج 7 ص 59)

یہ تفسیر عماد الدین اسماعیل بن عمر کی ہے اور ابن کثیر کے نام
سے شہرت پائی ہے۔ شام کے رہنے والے 701ھ میں پیدا ہوئے
تھے۔

(9) اللہ کے وجود پر ایک حکیم کی شہد کی مکھی سے دلیل

ایک حکیم صاحب سے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں سوال
ہوا کہ آپ نے رب کو کیسے پہچانا تو فرمایا

عَرَفْتُهُ بِنُحْلَةٍ بِأَحَدٍ طَرَفَيْهَا تَعْسِلُ وَالْأُخْرَى تُلْسَعُ
وَاللُّسْعُ مَقْلُوبُ الْعَسَلِ

کہ شہد کی مکھی کے ذریعے۔ وہ اس طرح کہ شہد کی مکھی کے دو
اطراف ہوتے ہیں۔ وہ ایک طرف سے تو شہد دیتی ہے اور دوسری
طرف سے ڈنک مارتی ہے۔

(التفسیر الکبیر ج 1 ص 334)

عسل لسع کا مقلوب ہے یعنی اگر آپ عسل کو الٹا کرے تو لسع
بن جائے گا۔ اگر لسع کو الٹا کرے تو عسل بن جائے گا۔ یہ چھوٹی
سی شہد کی مکھی ہے اور اس میں اتنا زیادہ کمال ہے، یہ کمال اللہ ہی
پیدا کر سکتا ہے۔

(10) امام جعفر صادقؑ اور ایک دھریا

امام جعفر صادقؑ کے پاس ایک دھری آیا اور اللہ کے وجود کا
انکار کرنے لگا۔ امام صاحب نے سمجھانے کی غرض سے پوچھا کہ تم
نے کبھی سمندر کا سفر کر کے خوفناک حالات کا مشاہدہ کیا ہے؟ اس

نے جواب دیا کہ ہاں کیا ہے اور تفصیل بتانی شروع کی کہ ایک مرتبہ سمندری سفر میں سخت طوفانی ہوا چل پڑی جس کے نتیجے میں کشتی ٹوٹ گئی۔ ملاح اور باقی سب لوگ ڈوب کر مر گئے لیکن میں ایک تختے کو پکڑے رہا لیکن موجوں کی وجہ سے وہ بھی ہاتھ سے چوٹ گئی۔ بالآخر سمندر کی موجوں نے مجھے کنارے تک پہنچا دیا۔ اس وقت امام جعفر صادقؑ نے پوچھا کہ پہلے کشتی پر اعتماد تھا پھر ملاح پر پھر ایک لکڑی کے تختے پر اعتماد تھا اور جب یہ سب سہارے ختم ہو گئے پھر کس طرف دھیان گیا اور کس سے اُمید رکھی۔ حضرت نے خود ہی جواب دیا کہ یہ وہی خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھے غرق ہونے سے بچایا وہ زندیق یہ سُن کر اللہ کے وجود کا قائل ہو گیا اور اقرار کیا اور پھر حضرتؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہو

گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 333)

(11) اللہ رب العزت کے وجود کی چوٹی اور سفید کاغذ سے مثال

حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اندھیری رات میں کالی چوٹی سفید رنگ کا دانہ لئے ہوئے جا رہی ہو اور دانہ چلتا ہوا نظر آئے لیکن چوٹی اپنے کالے رنگ کی وجہ سے نظر نہ آئے تو بے وقوف انسان یہی کہے گا کہ دانہ خود بخود چل رہا ہے لیکن اگر روشنی میں دیکھا جائے گا تو حقیقت کھل جائے گی کہ یہ تو چوٹی تھی جو دانے کو لے جا رہی تھی۔ بالکل ایسے ہی جتنے منکرین خدا ہیں وہ سب احمق ہیں، وہ صرف دانہ دیکھتے ہیں اور چوٹی نظر نہیں آتی، اسباب کو دیکھتے ہیں اور سبب الاسباب تک اُن کی رسائی نہیں ہوتی۔ کائنات کو دیکھتے ہیں اور خالق کائنات کو نہیں دیکھتے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے سارے عالم میں اپنے وجود کی نشانیاں پھیلا کر پہلے ہی پرچہ آؤٹ کر دیا ہے اور پھر ایمان بالغیب کا اعلان کر دیا ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر ہم پر بغیر دیکھے ایمان لاؤ کیونکہ یہ نشانیاں ہمارے وجود پر دلائل ہیں۔

(12) اللہ رب العزت کے وجود کی عجیب مثال

ایک شخص نے حکیم الامتؒ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو

دیکھے بغیر اُس سے کیسے محبت کی جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا آپ کو اپنی جان پیاری ہے جبکہ اس میں روح موجود ہو۔ اگر کوئی تم سے تمہاری جان لینا چاہے تو کیا آپ آسانی سے دے دیں گے۔ اُس آدمی نے کہا کہ بالکل نہیں بلکہ میں تو مقابلہ کروں گا کیونکہ مجھے تو اپنی جان پیاری ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ جان کبھی دیکھی بھی ہے، اگر نہیں اور پھر بھی محبت کرنے کا دعویٰ ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بھی محبت بغیر دیکھے ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ سے محبت اتنی کہ حضور ﷺ کا خون مبارک اُحد پہاڑ کے دامن سے اور طائف کے بازار میں سر مبارک سے نکل کر تعلین مبارک میں جمع ہو گئی اور 70، 70 صحابہ ایک ایک دن میں شہید ہوئے۔ آج اُحد کا پہاڑ اپنے دامن میں شہیدوں کا خون مبارک لئے ہوئے قیامت تک اعلان کر رہا ہے کہ اللہ ایسی قیمتی ذات ہے کہ جس کے لئے نبیوں کا خون بہتا ہے اور صحابہ کی گردنیں کٹتی ہیں۔

(13) اللہ رب العزت کے وجود کا محسوسات سے مثال

لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم آج دل بڑا خوش ہے۔ بتاؤ کیا کبھی

خوشی کو دیکھا ہے۔ ہمیشہ مسکرانے سے خوشی پر قیاس کیا جاتا ہے۔ خوشی کس رنگ کی اور کس میٹیریل سے بنی ہے؟ یقیناً کوئی بھی نہیں جانتا۔ معلوم ہوا کہ ہم اپنی محسوسات اور مشاہدات میں سے بہت سی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتے مگر اُن پر اتنا یقین رکھتے ہیں کہ قسم تک اُٹھا لیتے ہیں۔ ایسے ہی چہرے کا اُداس ہونا، آنکھوں سے آنسو بہنا غم پر قیاس کیا جاتا ہے لیکن غم کی کوئی شکل نہیں ہے۔ پھولوں کی مختلف قسم کی خوشبو ہم محسوس تو کرتے ہیں لیکن کبھی دیکھی نہیں ہے۔

(14) اللہ کو اپنی حقیقت پر علم ہے

اللہ نے علم حقیقت کی بنا پر اپنے لئے نام ظاہر کیا اور انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اپنے مخلوق پر ظاہر کیا۔ ایک دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ

ترجمہ: یا اللہ! ہمیں اشیاء کی حقیقت اس طرح دکھا جس طرح وہ اشیاء ہیں۔

اللہ وہی ہے جو اپنے ہونے پر حقیقتاً شاہد ہے یعنی خود پر
اللہ خود ہی گواہ ہے اور دیگر مخلوقات اوپر سے ایک واسطے یا چند
واسطوں سے استعارۃً شہادت دے رہے ہیں۔

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

(سورة الحم السجدة: آیت 53)

ترجمہ: کیا تمہارے رب کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ حقیقت
میں ہر چیز پر خود شاہد اور گواہ ہے۔

(15) اللہ کا نام کمالات کا مجموعہ

- (1) اللہ رب العزت کا ذاتی نام تمام باطنی علوم کا منبع ہیں۔
- (2) انسان کو اپنی ذات کی پہچان صرف اللہ رب العزت کی
معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے ذکر و اذکار یا عبادات
انسان کے باطنی بند دروازے کی کنجی کو نہیں کھول سکتے ہیں۔

(3) زمین و آسمان کا ستون اللہ کا ذاتی نام ہے۔

(4) اللہ کا ذاتی نام لینے سے سرکش نفس سر تسلیم خم ہو جاتا

ہے۔

(5) اللہ کا ذاتی نام لینے سے بندہ روشن ضمیر ہوتا ہے۔

(6) اللہ کا ذاتی نام لینے سے جسم میں روح بیدار ہوتی ہے۔

(7) اللہ کا ذاتی نام لینے سے بندہ مشاہدہ حق کھلی آنکھوں سے

کرتا ہے۔

(8) اللہ کا ذاتی نام لینے سے بندے کی زبان تلوار بن جاتی

ہے۔

(9) اللہ کا ذاتی نام دل میں رچ بس ہو جانے کے بعد اس کا

ہاتھ بھی سخی ہو جاتا ہے۔

(10) اللہ کا ذاتی نام لینے والے کا سینہ علم معرفت و محبت سے

بھرجاتا ہے۔

(11) اللہ کا ذاتی نام لینے والے کو کبھی باطن و ظاہر میں شکست نہیں ہو سکتی۔

(12) اللہ کا ذاتی نام لینے والا کبھی ناکام اور نامراد نہیں ہوتا۔

(13) اللہ کا ذاتی نام دل پر لینے سے دل کے آئینہ سے زنگ اتر جاتا ہے۔

(14) اللہ کا ذاتی نام دل کو پاک کر دیتا ہے۔

(15) اللہ کے ذاتی نام کی تاثیر پورے جسم میں اس طرح اثر کرتی ہے کہ جیسے گولی پیٹ میں جاتی ہے تو جسم کے کسی بھی حصہ میں ہونے والی تکلیف کو سکون پہنچتا ہے۔

(16) اللہ کا نام اس وقت زیادہ اثر کرتا ہے جب یہ کسی صاحبِ راز، صاحبِ حال، مرشدِ کامل سے حاصل ہو، جو اللہ کو دل کے

آئینے سے دیدار حاصل کرنا چاہتا ہے پہلے وہ کسی مرشدِ کامل کی تلاش کرے پھر اس کے سینے سے اللہ کی محبت کے جام بھر بھر کر پی لے۔ جسے حضورِ قلب حاصل نہ ہو اس کی ہر عبادت میں ریاء کا خطرہ ضرور رہتا ہے۔

(17) اللہ رب العزت کے نام کے تصور سے نفس امارہ (سرکش نفس) مطمئنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

(18) اللہ کا نام دل پر لینے سے دل زندہ ہو جاتا ہے جس سے حضوریِ قلب حاصل ہوتی ہے۔ جسے حضوریِ قلب حاصل ہوا اس کی ہر عبادت میں قبولیت کے اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔

(19) اللہ رب العزت کا ذاتی نام لینے سے بندہ اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر ہر دو جہاں کی آرزوؤں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(20) دل پر اللہ کا نام لینے سے تمام بدن میں اللہ کے نام کا نور دوڑنا شروع کر دیتا ہے اور یہ جسم قدرت الہی کا نمونہ بن جاتا ہے۔

(21) جو اللہ کا ذاتی نام بکثرت دل سے لیتا ہے اس پر علم لدنی اور واردات غیبی وارد ہوتی ہیں، یہ وہ پاکیزہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر پاکیزہ لوگ انعام یافتہ کہلائے اور مخلوق خدا کے لئے مینار نور اور ہدایت کے چراغ بنے۔

(22) ایسا بندہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ حضورِ قلب سے دیکھتا ہے۔

(23) ایسا بندہ ہمیشہ اپنے نفس پر غالب اور قلندرِ صفت ہوتا ہے۔

(24) اللہ کا ذاتی نام دل پر لینے سے اوصافِ ذمیمہ (برے عادات) اوصافِ حمیدہ میں بدل جاتے ہیں۔

(25) اللہ کا ذاتی نام لینے سے بندہ واصل باللہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مرتبہ پالیتا ہے۔

(26) ایسے بندے کو ہر جگہ درودیوار، بازار و مرغزار،

درختوں اور پتوں پر اللہ کا نام لکھا ہوا نظر آتا ہے۔

(27) باطن اور دل پر اللہ کا نام لینا یہ ایک بے ریا، پوشیدہ عمل ہے جو اللہ کی نگاہ میں ہمیشہ منظور نظر اور مقبول ہوتا ہے۔

(28) ایسا صوفی صافی بندہ بظاہر لوگوں میں حقیر نظر آتا ہے لیکن تمام ارواح انبیاء اور اولیاء کرام اور تمام اہل جنت اس کے مشتاق ہوتے ہیں۔

(29) اس کا ہر عمل عشق الہی سے بھرپور اور ہر فعل معرفت الہی سے لبریز ہوتا ہے۔

(30) اللہ کا ذاتی نام دل پر لینے سے بُری خصلتیں نکل جاتی ہیں۔

(31) اللہ کے ذاتی نام سے سینہ پر نور ہونے کے بعد بندے اور پروردگار میں پردہ نہیں رہتا ہے، وہ دل کے نور سے سب کچھ دیکھتا

رہتا ہے۔

(32) اللہ کا ذاتی نام تمام نیک اعمال کا مرکز ہے۔ اللہ کا ذاتی نام تمام اعمال صالحہ کا مغز ہے۔

(33) اس کی ہر بات محبت الہی کا پیغام ہوتا ہے۔

(34) اس کا ہر فعل اللہ رب العزت کی یاد دلاتی ہیں۔

(35) عارف باللہ اٹھتے بیٹھتے جو بھی کام کرتا ہے وہ اللہ کے حکم اور منشاء سے کرتا ہے کیونکہ ان کی اپنی کوئی خواہش نہیں رہتی ہے۔ تمام انبیاء، اصفیاء اور اولیاء کرام نے جو بھی ظاہر و باطن کا علم حاصل کیا اسی اللہ کی ماہیت جاننے کے لئے کیا، پھر اس اللہ کے نام سے معرفت الہی تک پہنچ گئے ہیں۔

واقعی ہمیں ہر حال میں کہنا چاہیے کہ یا اللہ آپ کے ذاتی پیارے نام کو سلام۔

(16) اللہ کی ذات کی پہچان

کسی چیز کی پہچان اس کا نام ہوتا ہے۔ نام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ذاتی نام ہے دوسرا صفاتی نام ہے۔ ایک آدمی کا نام منیر ہے اگر وہ حافظ قرآن بنا تو حافظ منیر کہلائے گا، اس طرح ڈاکٹر بنا تو لوگ اُسے ڈاکٹر منیر کہیں گے اور حاجی بنا تو حاجی منیر کہیں گے غرض جتنی صفات سے وہ متصف ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی صفاتی نام اس کے اصل نام منیر کے ساتھ لگتے چلے جائیں گے تو لوگ حافظ، ڈاکٹر اور حاجی منیر کہا کریں گے۔ درحقیقت ذاتی نام تمام صفات کا مجموعہ ہے۔ اس طرح اللہ کا ذاتی نام اللہ ہے رحیم، کریم، غفار وغیرہ سب صفاتی نام ہیں۔ ایک حدیث میں 99 صفاتی نام ذکر ہو چکے ہیں، تورات میں 1000 صفاتی ناموں کا ذکر ہے، تفسیر ابن کثیر میں 6000 صفاتی ناموں کا تذکرہ ہے۔

(17) اللہ کے کس نام میں زیادہ کمال ہے

امام رازیؒ اپنے شہرہ آفاق تفسیر "تفسیر کبیر" میں فرماتے ہیں جب تم نے اللہ رب العزت کی صفتِ رحمت کا ذکر کیا تو صفتِ قہر کا نہیں کیا، جب صفتِ علم کا ذکر کیا تو صفتِ قدرت کا ذکر نہیں کیا لیکن جب تم نے اللہ کہا تو گویا اللہ رب العزت کو تمام صفات کے ساتھ پکار لیا کیونکہ اللہ وہی ہوتا ہے جو تمام صفات اس میں موجود ہوں۔

یہ بات سمجھنی ہے کہ ہر تعریف اللہ کے لئے ہے۔ کیونکہ غیر اللہ میں جو کمال ہے وہ منجانب اللہ ہے۔ اس لئے غیر کی تعریف بھی اللہ کی تعریف ہے۔

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نَّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ

(سورۃ النحل پارہ 14 آیت 53)

ترجمہ: اور آپ پر جو بھی نعمتیں ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں۔

یعنی بندے پر جب بھی کوئی نعمت ظاہر ہوتی ہے یہ حقیقت میں اللہ رب العزت کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کامل بالذات ہے وہ کمال کا طالب نہیں۔
(تفسیر کبیر جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 85)

(18) اللہ رب العالمین ہے

اللہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

- (1) حضرت ابو سعید خدری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کائنات میں عالم 40 ہزار ہیں۔ یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالم ہے باقی اس کے سوا ہیں۔ اس طرح تفسیر مقاتل میں ہے کہ عالم 80 ہزار ہیں۔

(معارف القرآن جلد نمبر 1 صفحہ 81)

- (2) امریکی خلائی مسافر جان کلنٹن نے خلا کے سفر سے واپسی پر اپنی وسعت فکر کی حد تک خلاء کا کچھ اندازہ لگایا اور پھر یہاں

اقرار کر لیا کہ کچھ نہیں بتلایا جاسکتا کہ خلا کی وسعت کتنی اور کہاں تک ہے۔

امام رازیؒ نے زیادہ عالم (جہان) ہونے کے متعلق ایک خلاصہ پیش کیا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ دوسرے عالم میں رہنے والی مخلوق کے کھانے پینے کا انداز الگ ہو گا۔ جس طرح آسمانوں میں فرشتوں کا انداز جدا ہے اور سمندر میں مچھلیوں کے کھانے کا نظام الگ ہے، اس طرح یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کی زندگی، گزراوقات کیسے ہوگی۔

(معارف القرآن جلد نمبر 1 صفحہ 81)

(3) امریکی ریاست کیلیفورنیا میں ایک سائنسدان ماؤنٹ ولسن کا کہنا ہے کہ یہ پوری کائنات جو ہمیں نظر آرہی ہے یہ ایک کہکشاں ہے، اس طرح تین کروڑ کہکشاں اور بھی ہیں جن میں سورج اور چاند کا نظام موجود ہے۔ یعنی اسی دنیا میں تین کروڑ دنیا مزید ثابت ہو گئے۔ ان تمام کہکشاؤں میں ہر قسم مخلوق کا پالنے والا

اللہ رب العزت ہے۔

(4) موجودہ دور میں سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ یہ ساری دنیا جو ہمیں نظر آرہی ہے یہ تین فیصد ہے۔ باقی 97 فی صد دنیا ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ صرف میڈیا سے اور جدید آلات کے ذریعے سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بلیک ہول ہیں۔ کالی کوٹھی ہیں جس میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

(5) سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ یہ ستارے جو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور 9 سیارے عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، مشتری، چون، پلوٹو، یورینس، زحل، سورج اور چاند بھی سب ایک دائرے میں گردش کر رہے ہیں۔ جب کوئی ستارہ یا سیارہ اپنے دائرے سے کٹ جائے پھر وہ کالی کوٹھی بلیک ہول میں چلا جاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاتا ہے۔

امام یعلیٰ نے اپنے تفسیر الکشف والبیان میں نقل کیا ہے

کہ 1444 سال پہلے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اگر سورج اور چاند اللہ کی نافرمانی کرے پھر کیا بنے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس پر اپنے جانوروں میں سے ایک جانور کو مسلط کر دیں گے اور اس سورج اور چاند سے ایک لقمہ بنادیں گے۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اتنا بڑا جانور کہ سورج اور چاند کو ایک لقمہ بنادیں گے یہ کہاں رہتا ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے چراگاہوں میں ایک چراگاہ میں رہتے ہیں۔ آج تقریباً 1444 سال بعد سائنس اور عقلاء نے ان چراگاہوں کو بلیک ہول سے یہ بات ثابت کر دی ہے۔ لیکن پہلے زمانے میں جانوروں سے تعبیر دی تھی اور اب بلیک ہول سے تعبیر دے دی کیونکہ اس زمانے میں بلیک ہول کی اصطلاح نہیں تھی۔

یا اللہ تیری شانِ ربوبیت کو سلام ہو۔

(19) اللہ کے خزانوں کی انتہاء نہیں ہے

اگر تمام اولین اور آخرین سب انسان ایک کھلے میدان میں جمع ہو جائیں پھر ہر انسان اپنی اپنی خواہش کے مطابق اللہ رب العزت سے مانگے مثلاً آج دنیا میں تقریباً 8 ارب انسانوں کی آبادی ہے، مثلاً 100 سال پہلے 7 ارب انسان ہوں گے اور 200 سال پہلے 6 ارب انسان ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح 10 یا 20 سال بعد کتنی آبادی ہوگی بندہ سوچ نہیں سکتا ہے کیونکہ آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ان تمام اولین اور آخرین لوگوں میں ایک بندہ یہ دعا کرے کہ یا اللہ مجھے پاکستان کا بادشاہ بنا دے، اور اُس کی دعا پوری ہوگئی۔ دوسرے نے یہ دعا کی کہ مجھے براعظم ایشیا کا بادشاہ بنا دے، اور وہ بن گیا۔ تیسرے نے دعا کی کہ مجھے پوری دنیا کا بادشاہ بنا دے، اور وہ بن گیا۔ چوتھے نے دعا کی کہ مجھے جو نعمتیں آپ نے آخرت میں جنت میں دینی ہیں وہ آج دنیا میں عطا فرما دیں کیونکہ حدیث شریف میں عام الفاظ آچکے ہیں

(ترجمہ: جو اُن کے دل میں آئے اور وہ مانگے) اسی طرح ہر بندہ اپنی اپنی خواہش ظاہر کر دے، اربوں کھربوں لوگوں کی خواہشیں پوری ہو جائے اللہ پھر بھی فرماتے ہیں کہ ان سب لوگوں کو سب کچھ دینے کے باوجود بھی میرے کائنات کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی کہ جتنی سمندر میں ایک سوئی ڈبوئی جائے اور سوئی کے سرے کے ساتھ پانی نکلتا ہے، سمندر میں کمی آسکتی ہے لیکن میرے کائنات کے خزانوں میں کمی نہیں آسکتی ہے۔

(حوالہ کتاب الذہد، سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبہ حدیث نمبر 4257)

وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ

مَعْلُومٍ

(سورة الحجر آیت 21)

ترجمہ: اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم انداز سے۔

یعنی میرے پاس سب چیزوں کے خزانے ہیں اور میں

اپنے اندازے سے نازل کرتا ہوں یعنی وقت اور افراد کی مناسبت
دیکھ کر نازل کرتا ہوں۔

یہ دیکھ کر بندے کو ذوق و شوق سے کہنا چاہیے کہ
یا اللہ تیرے وسیع خزانوں کو سلام۔

(20) اللہ کی علم کی انتہاء نہیں ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا
جب جدائی کا وقت آگیا تو یہ دونوں حضرات سمندر کے کنارے
کھڑے تھے کہ اتنے میں ایک چڑیا آگئی اور سمندر سے پانی پینے
لگی، تب حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
عرض کیا کہ اللہ کے نبی آپ کو میرا عمل سمجھ نہیں آرہا تھا،
حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارا علم اللہ رب العزت کے علم کے

مقابلے میں کچھ نہیں ہے اور پھر چڑیا کے پانی پینے کا ذکر کیا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَكَانَتْ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا
قَالَ فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ فِي
الْبَحْرِ نَقْرَةً فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ مَا عَلَيَّ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ
اللَّهِ إِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هَذَا الْعُصْفُورُ مِنْ هَذَا الْبَحْرِ

(بخاری شریف جلد ثانی 788)

ترجمہ: ایک چڑیا آگئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی
اور سمندر میں چونچ داخل کر کے پانی پینے لگی، اسے دیکھ کر
حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا میرا
علم، آپ کا علم، اللہ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا پانی
اس چڑیے نے اس سمندر سے لیا یعنی اللہ کے علم کے مقابلے ہمارا
علم کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لئے آپ میرے عمل کو نہیں سمجھ
رہے تھے۔

پھر ہر مسلمان کو کہنا چاہیے کہ

یا اللہ تیرے وسیع علم کو سلام ہو۔

(21) اللہ کی تعریفوں کی انتہا نہیں ہے

کائنات میں جس قدر اللہ کی تعریفیں کی گئی ہیں کائنات میں دوسری ہستی نظر نہیں آئی ہے۔ حیاۃ الحيوان میں علامہ دمیریؒ نے 18 پرندوں کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے کہ وہ اپنی اپنی زبانوں میں اللہ کا ذکر اور تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔ باقی سمندر کی مچھلیاں، بلوں میں چونٹیاں، غاروں میں کیڑے مکوڑے اپنے اپنے انداز میں اللہ کی تعریفیں کر رہے ہیں۔

(حیاۃ الحيوان جلد نمبر 1 ص 54 مکتبہ بیروت)

اس دنیا میں اللہ رب العزت کے ساتھ سب سے زیادہ قرب حضور ﷺ کو حاصل تھا، اس قرب کی وجہ سے اس کائنات میں اللہ کی سب سے زیادہ تعریفیں بھی حضور ﷺ نے کی ہیں،

اتنی زیادہ تعریفیں کی ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی کر ہی نہیں سکتا ہے۔

تفصیل سنئے:

حضور ﷺ کا نام آسمانوں میں احمد تھا۔ عربی قواعد کی رو سے اللہ کی سب سے زیادہ تعریفیں کرنے والا یہ اسم تفصیل کا صیغہ ہے۔ زمین پر تشریف لانے کے بعد اس کا نام بنا محمد۔ جس کی سب سے زیادہ تعریفیں کی گئی ہیں۔ اس کے نام میں ح۔۔۔م۔۔۔د۔۔۔ کا مادہ ہے جس کے معنی تعریف کرنا ہے۔ حضور ﷺ کو جو امت ملی ہے وہ اللہ کی زیادہ تعریفیں کرنے والی امت ہے۔ اس امت کا نام ہے "حمادون"۔ اللہ کی زیادہ تعریفیں کرنے والی امت۔ اس میں بھی حا۔۔۔میم۔۔۔۔۔ دال کا مادہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق قیامت میں حضور ﷺ کا نام احمد ہو گا۔ اس میں بھی حا۔۔۔میم۔۔۔۔۔ دال کا مادہ ہے۔ اس کے ہاتھ میں جو جھنڈا ہو گا اس کا نام لواء الحمد (تعریف کرنے والا جھنڈا) ہو گا۔

ح۔۔۔۔۔ میم۔۔۔۔۔ دال اس میں بھی موجود ہے۔ آخرت میں حضور ﷺ کے گھر کا نام بیت الحمد (تعریف کرنے کا گھر) ہو گا۔ اس میں بھی ح۔۔۔۔۔ میم۔۔۔۔۔ دال ہیں۔ قیامت کے دن حضور ﷺ کا مقام مقام محمود ہو گا۔ اس میں ح۔۔۔۔۔ میم۔۔۔۔۔ دال کا مادہ موجود ہیں۔

حضور ﷺ کا نام آسمانوں میں احمد، دنیا میں محمد، اُمت کا نام حمادون، پھر قیامت کے دن ایک روایت کے مطابق احمد لواء الحمد، پھر گھر بیت الحمد، پھر مقام محمود، یعنی ہر لفظ سے تعریف تعریف معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ کی تعریف ہی تعریف کی ہے۔ حضور ﷺ سے زیادہ اور کوئی اللہ کی تعریف کر ہی نہیں سکتا ہے، لیکن اللہ رب العزت کی اتنی زیادہ تعریفیں کرنے کے باوجود ایک مقام پر حضور ﷺ نے بھی فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَا اَحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَا اَثْنٰیْتَ عَلٰی

نَفْسِكَ

(مصنف: ابن ابی شیبہ / ج 2 / ص 205 / مکتبہ: دار الفکر (137))

ترجمہ: "یا اللہ میں نے آپ کی تعریف اس طرح نہیں کی ہے جس طرح آپ نے آپ کی تعریف خود کی۔" یعنی جس طرح تو نے اپنی تعریف خود کی۔

حضور ﷺ بھی اللہ رب العزت کی پوری طرح تعریف نہیں کر سکے پھر اس دنیا میں اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ رب العزت کی پوری طرح تعریف کر سکے۔ معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کی تعریفوں کی انتہا نہیں ہے۔ پھر ہمیں محبت اور ذوق و شوق سے کہنا چاہیے کہ یا اللہ تیری بے انتہا تعریفوں کو سلام ہو۔

(22) اللہ سارہ نور ہی نور ہے

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (پارہ 18 سورۃ النور آیت 35)

اللہ رب العزت تمام آسمانوں اور زمین کے نور ہیں۔ اللہ رب العزت تمام آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے۔

یہاں مفسرین نے نور سے منور روشن کرنے والا لیا ہے پھر مبالغہ کی وجہ سے صاحب نور یعنی اللہ رب العزت کو نور سے تعبیر کر دیا گیا ہے یعنی اللہ رب العزت آسمان و زمین اور اس میں بسنے والے تمام مخلوقات کو نور بخشنے والے ہیں یعنی اللہ رب العزت کی وجہ سے تمام دنیا روشن ہے۔

کسی چیز کی پہچان کے لئے دو نوروں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ کا نور یعنی بینائی ٹھیک ہو تا کہ چیزوں کو اچھی طرح دیکھ سکے اور دوسری باہر کی روشنی جیسے سورج یا بلب کی روشنی جس میں سب کچھ نظر آئے۔ تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ عالم ارواح میں جب اللہ رب العزت اپنے بندوں سے وعدہ لے رہے تھے

(أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اس وقت عالم

ارواح میں دو نور موجود تھے، ایک انسان جو روح مع الجسم موجود تھا اور آنکھوں کی بینائی موجود تھی اس وقت تمام انسان چھوٹے چھوٹے سرخ چوٹیوں کی شکل میں موجود تھے اور دوسرا اللہ کا ذاتی نور جس سے زمین و آسمان سب روشن تھے۔ اس وجہ سے پوری انسانیت نے اللہ رب العزت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا جواب بلی سے دیا۔

امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہے۔ ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يَهُودَانِهِ أَوْ يَنْصَرَانِهِ أَوْ يَمَجَّسَانِهِ

(بخاری شریف حدیث نمبر 1385) (مسلم شریف حدیث نمبر 2658)

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے (یعنی امر حق کو

قبول کرنے کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے) پھر اس کے ماں باپ
اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے پھر
اس کے والدین فطرتِ سلیمہ سے ہٹا کر غلط راستوں پر ڈال دیتے
ہیں۔ اس فطرت سے مراد نورِ ایمان ہے جو ہر انسان کے پیدائش
کے وقت اس میں پہلے سے موجود ہوتا ہے کیونکہ دُنیا میں آنے
سے پہلے سب انسان اللہ پر ایمان لے آئے ہیں جیسا کہ پہلے گزر
چکا ہے۔

اس نورِ ہدایت کی وجہ سے اس میں حق کی قبولیت کی
استعداد پیدا ہوتی ہے پھر اس استعداد کی وجہ سے دُنیا میں نورِ
ایمان سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اپنی گناہوں کی
وجہ سے اس نور کو مٹا دیتے ہیں پھر آہستہ آہستہ اس کے اندر
ایمان کی قبولیت کی استعداد ختم ہو جاتی ہے اور وہ بندہ ایمان لانے

سے محروم رہ جاتا ہے اور ایمان لائے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

بندہ اللہ کا ذاتی نور دیکھ کر، سمجھ کر بے اختیار کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یا اللہ تیرے کمال نور کو سلام۔

(23) اللہ کو اپنے حسن و جمال پر ناز ہے

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّحُجُوبُونَ

(سورۃ المطففین آیت 15)

ترجمہ: ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

دنیا کا کوئی حاکم جب سزا سناتا ہے تو یہ نہیں کہتا کہ ہم ان مجرموں کو کبھی اپنی صورت نہیں دکھائیں گے۔ اس لئے کہ مجرم کہیں گے بھاڑ میں جائے تیری صورت تو بس ہماری سزا معاف کر دے۔

وجہ یہ ہے کہ دُنیا کے حاکم صرف حاکم ہے محبوب نہیں۔ اللہ رب العزت نے اس آیت شریفہ میں فرمایا اے کافرو! ہم قیامت کے دن تمہیں اپنی صورت نہیں دکھائیں گے۔ تم کو اپنے حسن و جمال سے محروم کر دیں گے۔ اس سے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ حاکم بھی ہے اور محبوب بھی۔ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے اپنے حسن و جمال پر ناز ہو۔ جس کو معلوم ہو کہ میرے دیدارِ حسن سے محرومی بہت بڑی عظیم محرومی ہے۔ کافروں کو اس غم کا احساس اس وقت ہو گا جب اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنا حسن و جمال دکھائیں گے۔

یا اللہ تیرے حسن و جمال کو سلام

(24) یا اللہ تیری بے شمار نعمتوں کو سلام

(1) اللہ رب العزت نے ہر انسان پر بے شمار نعمتیں کی ہیں۔ ان تمام بے شمار نعمتوں میں اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت ایمان کی دولت ہے، پھر حضور ﷺ کی امت میں

پیدا فرمانا ہے۔ پھر آسمان جو ہزاروں صفات اور نعمتوں سے مالا مال ہے، سورج جو ہزاروں صفات اور نعمتوں سے مالا مال ہے، پھر چاند جو ہزاروں صفات اور نعمتوں سے مالا مال ہے، پھر پہاڑ جو ہزاروں فوائد پر مشتمل ہیں، دریا سمندروں کا پانی جو مخلوق خدا کی خدمت پر مامور ہیں، جنگل جو ہزاروں پھلوں، سبزیات، جانوروں اور لکڑیوں پر مشتمل ہیں۔

(2) پھر انسان کے جسم میں لاکھوں کروڑوں نعمتیں ہیں۔ یہ ساری نعمتیں اللہ رب العزت نے انسان کے لئے تیار کیے ہیں اور انسان کے لئے بنائے ہیں۔ قرآن عظیم الشان نے فرمایا:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

(سورۃ بقرہ آیت 29)

ترجمہ: "اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین میں سب کچھ

تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔"

(2) اس وجہ سے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میری

نعمتوں کو گننا انسان کے لئے ناممکن ہے۔

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ

(پارہ 16 سورۃ النحل آیت 18)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہیں کر سکو گے،

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تو ہمیں شکر ادا کرتے ہوئے کہنا چاہیے کہ

یا اللہ تیری بے شمار نعمتوں کو سلام ہو۔

(25) اللہ کے نام میں کوئی عذاب والا نام نہیں ہے

اللہ کا ذاتی نام "اللہ" ہے جبکہ صفاتی نام ایک حدیث

شریف میں 99 شمار ہو چکے ہیں۔ تورات میں یہ نام 1000 شمار ہو

چکے ہیں۔ ابن کثیر نے 6000 شمار کئے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اللہ

کے صفاتی نام ہیں لیکن ان تمام ناموں میں کوئی عذاب والا نام نہیں

ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام قہار ہے جس کے معنی غیض و غضب والا ہے، ایک نام جبار جس کے معنی ظالم بادشاہ، ایک نام منتقم جس کے معنی انتقام لینے والا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض الفاظ کے عربی میں ایک معنی ہوتے ہیں لیکن اردو میں دوسرا مطلب نکلتا ہے۔ مثلاً اردو زبان میں بندر ایک جنگلی جانور کا نام ہے لیکن عربی میں بندر کے معنی پھول کے ہیں۔ دَلّ اردو میں بے غیرت کو کہتے ہیں لیکن عربی میں راستہ بتانے والے کو کہتے ہیں۔

اسی طرح قہار اردو میں غیض و غضب سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ عربی میں اس سے مراد کہ اللہ کی قدرت ہر قدرت پر غالب ہے۔ جبار اردو میں ظالم سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ عربی لغت میں اس سے مراد جوڑنا ہے۔ استاد کو شاگرد سے، مرید کو پیر

سے اور دوست کو دوست سے جوڑنے کو کہتے ہیں۔ منتقم، اللہ انتقام لینے والا ہے یعنی اللہ رب العزت ظالم سے مظلوم کے لئے بدلہ لینے والا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے ناموں میں کوئی عذاب والا نام نہیں ہے۔

یا اللہ تیرے عفو و درگزر کو سلام

(26) اللہ قدردان ہے

اللہ رب العزت بہت بڑے محسن اور قدردان ہیں جو قیامت کے دن ہمارے ٹوٹے پھوٹے اور ناقص اعمال کے بدلے اس دنیا سے 10 گنا زیادہ جنت عطا فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ بہت معمولی اعمال کا اجر بھی کہیں 10 گنا، کہیں 700 گنا اور کہیں تو لاکھوں کے حساب سے عطا فرمادیں گے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی باپ اپنے چھوٹے سے بچے کا سکول میں نیا نیا داخلہ کروائے اور ایک ہفتے بعد ہی اس سے پوچھے کہ بیٹا! کیا سیکھا ہے؟

اور بچہ باپ کے سامنے بہت اعتماد سے کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ جائے اور ٹیڑھی میڑھی لکیریں لگانا شروع کر دے اور کہے کہ ابو! دیکھیں میں تو بہت کچھ سیکھ چکا ہوں، اس سے باپ کی شفقتِ پدری کو یقیناً جوش آئے گا اور وہ فوراً اسے انعام دے گا۔ تو جیسے باپ یہ انعام بچے کی قابلیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی شفقت کی وجہ سے دیتا ہے، اسی طرح اللہ رب العزت ہمیں جو کچھ بھی عطا کرتا ہے ہمارے اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ شفقت کی وجہ سے عطا کرتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی طرف سے خواہ کتنا ہی نیک اور اعلیٰ عمل کر لیں، اللہ کی شان کے مطابق تو کبھی بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے قدردان ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَكَ الَّذِي تَبَنَيْتَ وَعَشْرَةَ أَضْغَافِ الدُّنْيَا

(مسلم شریف حدیث نمبر 186)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تجھے وہ سب کچھ ملے گا جو تو نے تمنہ کی اور دنیا کے دس گنا زیادہ (نعمتیں) بھی دی جائیں گی۔

(27) اللہ کی جلالتِ شان کے لئے مثال

جب بندہ ذکر و سلوک کی محنت کرتا ہے، اللہ والوں کی محافل کی تلاش میں رہتا ہے صحبتِ صلحاء سے فیض یاب ہو تا رہتا ہے اور نیکی کی راستے پر چل کر اپنے اندر اللہ کا نور جمع کر تا رہتا ہے، پھر آہستہ آہستہ ان کی باطن کی دنیا بیدار ہو جاتی ہیں اور اللہ کی عظمت اور جلال اس پر کھل جاتا ہے، پھر جب وہ کسی محفل میں کہتا ہے کہ اللہ بڑا ہے، پھر یہ آواز ان کے باطن اور من سے نکلتی ہے، پھر ان الفاظ کی تاثیر جدا ہوتی ہے اور جو بندہ اپنے باطن اور من پر محنت کئے بغیر کہتا ہے کہ اللہ بڑا ہے پھر اس کی گفتگو اور

بیان میں وہ باطنی نور نہیں ہوتی ہے جس کی وجہ سے تاثیر کم ہوتی ہے۔

مثال: راستے پر چلتے ہوئے کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے۔ بعض لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں بعضوں سے خون بہہ رہا ہوتا ہے۔ اب سڑک پر چلتے ہوئے ایک آدمی اس سارے منظر کو دیکھ لیتا ہے، پھر وہ بڑا پریشان ہو جاتا ہے، وہ اپنے دوستوں سے اس حادثے کا تذکرہ کرتا ہے، تذکرہ کرتے ہوئے اس کی آنکھوں کا دیکھنا، زبان کا بولنا اور ہاتھوں کا ہلنا عجیب ہوتا ہے، اس کے ہر عضو سے حادثے کا اخبار ہوتا ہے، کیونکہ اس نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا ہوتا ہے۔ اس محفل میں ایک آدمی نے یہ بات سنی اور وہ گھر جا کر اسی حادثے کا ذکر کرتا ہے تو اس آدمی کا انداز گفتگو پہلے والے آدمی کی طرح نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ سنی ہوئی بات کرتا ہے، دیکھی ہوئی نہیں کرتا۔

اس طرح اہل اللہ لوگ جب اللہ کا نام لیتے ہیں تو وہ آواز اندر سے آتی ہے، دیکھنے والے کی طرح ہوتی ہے، اس کا انداز انوکھا، نرالہ اور جدا ہوتا ہے، جب کہ عام لوگ جب اللہ کا نام لیتے ہیں تو اس کے انداز میں اثر کم ہوتا ہے۔

(28) اللہ کی عظمت کی مثالوں سے وضاحت

جس بندے پر جس قدر اللہ تعالیٰ کی عظمت واضح ہو جاتی ہے، اسی قدر اس میں خوفِ خدا بڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً ہم عام لوگ کسی پولیس افسر سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا ایک تھانے دار DPO سے ڈرتا ہے یا جیسے دفتر کا ہیڈ کلرک اپنے اعلیٰ افسر سے عام عوام کی نسبت زیادہ ڈرتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے اپنے افسر کی طاقت اور قوت کا علم ہوتا ہے اور اس کے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے بار بار دیکھا کہ کوئی شخص خواہ صوبے کا سیکرٹری یا ڈی جی ہو، اس کے باوجود اپنے اعلیٰ افسر کو فون

پر انتہائی عاجزی کے ساتھ جی جناب اور (sir) کے القابات سے مخاطب کرتا ہے۔ یہاں بھی افسر کی عظمت کی پہچان کا معاملہ ہے کہ اگر اعلیٰ افسر سے تعلقات خراب ہو گئے اور اس نے اوپر سے اس کے خلاف کوئی احکامات جاری کر دیے تو نہ صرف یہ کہ اسکا ریکارڈ خراب ہو جائے گا بلکہ سرے سے نوکری کے ختم ہونے کا خطرہ بھی موجود ہے۔

اس لیے جن حضرات کو اللہ رب العزت کی معرفت حاصل ہو گئی اور ان کے سامنے اللہ رب العزت کی عظمت واضح ہو گئی پھر وہ اس سے ہر وقت ڈرتے ہی رہتے ہیں۔ اسی خوف کے باعث ہمارے بعض اسلاف چالیس سال کی عمر کے بعد اپنے بستروں کو گول کر کے باندھ لیتے تھے اور اپنی راتیں اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے۔ چنانچہ اس امت میں 50 ایسے حضرات گزرے ہیں، جنہوں نے 40، 40 سال تک عشاء کے وضو سے فجر

کی نماز ادا کی۔ اس کے علاوہ بعض بزرگوں کے حالات و واقعات سے ان میں خشیتِ الہی کی کیفیات کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جیسے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی 13 سال تک، مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کی 22 سال تک اور حضرت محمد بن سالمؒ کی 40 سال تک تکبیرِ اولیٰ قضا نہیں ہوئی۔

(29) اللہ کی ذات دائمی اور ہمیشہ ہے

جو بندہ اللہ کے در پر جھک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرتا ہے، وہ بھی ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے۔

اللہ لازوال ہے جو بندہ اللہ کا قرب اور معیت حاصل کر لیتا ہے، اگر یہ بندہ عالم ہے تو اللہ اس کے علم کو لازوال بنا دیتے ہیں اور ان کے نسلوں میں اور شاگردوں میں علم کو جاری کر دیتے ہیں، صدیوں تک ان کا فیض چلتا رہتا ہے۔

(30) اللہ رب العزت کے پاس فضائل کی قدر و قیمت ہے

رذائل (بُرائے عادات و اخلاق) بغیر محنت و کوشش کے گرد و پیش کے ماحول سے خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں جبکہ فضائل (اچھے اخلاق و عادات) کے حصول کے لئے محنت شرط ہوتی ہے۔ رذائل سے بھرے انسان اپنے لیے، اپنے گھر کے لئے بلکہ شہر، ملک اور عالم انسانیت کے لئے زحمت اور تکلیف کا سبب بنتے ہیں اپنی اور دوسروں کی زندگی تلخ کر دیتے ہیں۔ جبکہ فضائل سے متصف انسان اپنی ذات، گھر، شہر، ملک بلکہ پورے عالم انسانیت کے لئے رحمت بنتے ہیں اور سب کی زندگی کو خوشگوار بنا دیتے ہیں۔ اس لئے اللہ رب العزت کو فضائل سے روشناس بندے کو پسند کرتے ہیں اور رذائل سے آلودہ بندے کو ناپسند فرماتے ہیں۔

(31) اللہ کا پورا نور کب ظاہر ہوگا؟

دُنیا میں اللہ کا نور دل میں جمع ہوگا تو قیامت میں اس نور

کا اظہار ہو گا۔ جس طرح جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو چاند اور ستارے نظر آ جاتے ہیں، جب زندگی کا سورج غروب ہو گا پھر اندر کے لطائف قلب، روح، سر، خفی اور اخفی، لطیفہ نفس اور قابلیہ کے انوارات ظاہر ہو جائیں گے پھر پورا جسم پُر انوار ہو گا۔

(32) اللہ کا نور قیامت میں

جیسے بجلی کے بلب تو جل رہے ہیں، روشنی ہو رہی ہے لیکن اچانک چلے جانے کا خوف ہوتا ہے تو لال ٹین اور موم بتی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب تلاوت میں، ذکر اللہ میں، اللہ کی یاد میں کسی کے آنسو بہتے ہیں تو یہ نورانی تیل ذکر اللہ و تلاوت اور نیک اعمال کی دولت ہمارے پاس جمع ہوتی ہے۔ اگرچہ اس وقت ہمیں یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہ نورانی تیل ہمارے پاس جمع ہوتی رہتی ہے، دل میں سکون محسوس ہوتا ہے۔ جب جسم ظاہر سے روح جدا ہوگی، اس وقت یہ روح ان انوار کا خزانہ لیکر رب

کے پاس حاضر ہوگی، اس وقت اس نور کا پورا انکشاف ہو گا جیسے چاند اور ستارے دن میں بھی موجود ہوتے ہیں لیکن جب سورج ڈوبے گا تب ان کا نور ظاہر ہو گا۔ اسی طرح جو لوگ دنیا میں خوب اللہ کو یاد کرتے ہیں جب موت آئے گی اس وقت اس نور کا پورا پتہ چلے گا اور جو لوگ مال و دولت کی رونق اور عورتوں کی محبت میں پھنس کر دنیا میں اتنا مشغول ہو گئے کہ اللہ رب العزت کو بھی بھول گئے اور اپنے من میں روحانی چراغ روشن نہیں کیا پھر موت کے وقت روح میں تاریکی چھا جائے گی۔ پھر قیامت کے دن ہمارے پاس روشنی نہیں ہوگی اور ہمارے چہرے کالے ہی کالے ہونگے۔

(33) اللہ کا کلام۔۔۔ بے مثال کلام

جب اللہ بڑا ہے تو اس کا کلام بھی بڑا ہے۔ دنیا کا دستور ہے کہ کَلَامُ الْمُلُوكِ مُلُوكُ الْكَلَامِ یعنی بادشاہوں کی باتیں

باتوں کی بادشاہ ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً ضلعی یا ڈسٹرکٹ آفیسر کے دیے گئے احکامات سے ہم کسی حد تک معافی اخذ کر سکتے ہیں۔ اس سے اگلے درجے میں وزیر اعلیٰ کے احکامات نسبتاً زیادہ معنی خیز ہو سکتے ہیں۔ پھر ملک کے وزیر اعظم کے احکامات مزید فصیح و بلیغ ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ صحافی اور تبصرہ نگار حضرات ان پر کالم لکھنا بھی اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں اور وزیر اعظم کے بیان سے ہونے والے ممکنہ ملکی، ملی، عوامی، سیاسی حتیٰ کہ عالمی سطح تک فوائد شمار کر دیتے ہیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ جس کا دائرہ اختیار جس کی قدر بڑھتا جاتا ہے اس کی کہی ہوئی ایک ایک بات میں اس قدر زیادہ مفہوم چھپے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب کہ اللہ رب العزت نہ صرف اس کائنات بلکہ دنیا اور آخرت کے شہنشاہ اعظم ہیں، ان کے کلام قرآن عظیم الشان سے تو بے حد و حساب احکامات، معافی، مفاہیم اور فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً

1. قرآن عظیم الشان جب سے نازل ہوا ہے، اس وقت سے لے کر آج تک علماء کرام اس سے مسائل کا استنباط کر رہے ہیں۔ چنانچہ اصول و ضوابط کا خیال اور لحاظ رکھتے ہوئے ہر زمانہ ہے میں وقت کے تقاضوں کے مطابق نئے نئے مسائل دریافت کئے جاتے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مفسرین حضرات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر آج تک مختلف انداز سے تفسیریں لکھی ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ چنانچہ ہر تفسیر کو اپنے زمانے کے لوگوں نے پذیرائی دی اور اسے قبولیت ملی۔ اس سے قرآن عظیم الشان کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

2. سائنس دان قرآن سے اپنی ایجادات کا ادراک حاصل کر رہے ہیں اور اپنی قابلیت اور اہلیت کے مطابق دنیا کے سامنے نت نئی چیزیں پیش کر رہے ہیں۔

3. طب والے میڈیکل کے مسائل کو قرآن مجید کی روشنی میں

حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

4. زراعت سے تعلق رکھنے والے زراعت کے بارے میں

آیات ڈھونڈ کر زراعت کے شعبہ کو ترقی دینے کا سوچ رہے

ہیں۔

5. کاروباری حضرات قرآن مجید سے اپنے ہزاروں مسائل کا

حل تلاش کر رہے ہیں اور مختلف آیات کی تلاوت کے

ذریعے برکت کے حصول کی کوششیں کر رہے ہیں۔

6. امراء اور سربراہان مملکت قرآن عظیم الشان سے حکمرانی

سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ملک کو بہتر طریقے سے چلانے

اور رعایا کو بہتر سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کر رہے

ہیں۔

7. اہل عقل و دانش قرآن سے دانائی اور حکمت سیکھنے کی کوشش

کرتے ہیں اور دنیا میں آگے بڑھنے کے عزائم رکھے ہوئے

ہیں۔

8. اہل سیاست کو قرآن پاک میں تفصیل کے ساتھ سیاست نظر

آتی ہے اور بقول ان کے قرآنی احکامات پر عمل کرنا تب ہی

آسان ہو گا جب ملک میں شریعت مطہرہ کا نفاذ ہو گا۔

9. اہل تصوف مثلاً حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے

حضرات کو قرآن میں مسائل سلوک نظر آتے ہیں۔ جیسے

حضرت نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر "بیان القرآن" کے ہر صفحے

کے آخر میں مسائل سلوک نکال کر بیان کیے ہیں اور فرماتے

ہیں کہ سارا قرآن روحانیت اور طریقت سے بھرا ہوا ہے۔

10. مجاہدین اسلام کو قرآن میں جہاد نظر آتا ہے، ان کی رائے ہے

کہ جب کفر کے خلاف جہاد ہو گا تو قرآن عظیم الشان زندہ

ہو گا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو گا۔ اس کے برعکس ہم جہاد

کرنا چھوڑ دیں گے تو یہود و نصاریٰ ہم پر غالب آجائیں گے اور

قرآن پر عمل کرنا ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا۔

11. دعوت و تبلیغ والوں کے مطابق قرآن دعوت الی اللہ

کے احکامات سے معمور ہے۔

قرآن عظیم الشان ایک سمندر کی مانند ہے اور تمام کمالات کا مجموعہ ہے کیونکہ یہ شہنشاہ اعظم کا کلام ہے۔ چونکہ اللہ دنیا اور آخرت کا بادشاہ ہے اسی وجہ سے اس کے کلام میں دنیا اور آخرت کے متعلق تفصیل موجود ہے۔ ابتداء سے لے کر دنیا کے آخری انسان کے حالات تک، پیدائش سے لے کر موت تک، قبر سے حشر تک اور قیامت کے میدان سے لے کر جنت میں پہنچنے تک کا ذکر موجود ہے۔ گویا قرآن عظیم الشان اللہ پاک کی عظمتوں کی ترجمانی کرتا ہے۔

(34) وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (سورۃ بقرہ آیت 65)

ترجمہ: اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے مؤمن کامل کی ایک شان جملہ خبریہ سے بیان کی ہے۔ اللہ کو ماننے کے بعد بندہ اللہ سے محبت کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ جنہوں نے اللہ کی عظمتوں کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ کے نام کی لذتوں کو چکھ لیا اور قرب خداوندی سے ان کی دل (روح) مشرف ہوئی تو ان میں ایک خاص علامت پیدا ہوتی ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ اس جملہ خبریہ سے دے رہے ہیں، یہ حکم نہیں ہے۔ مؤمن کامل دنیا میں سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ اس جملہ خبریہ کے نزول میں یہ راز ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے جمال و کمال اور اپنی ذات و صفات کا یقین کے ساتھ علم ہے کہ جو مجھے ایک دفعہ پہچان لے گا جس کی جان و قلب میرے نام کی لذت سے آشنا ہو جائے گا تو وہ مجھ سے محبت کئے بغیر رہ نہیں سکے گا۔

(35) مقصدِ زندگی۔۔۔ اللہ کی بندگی

خود بھی نیک بنیں اور دوسروں کو بھی نیک بنانے کی کوشش کریں۔ خود اللہ کے در پر جھکیں، دوسروں کو بھی اللہ کے در پر جھکانے کی کوشش کریں۔ خود اپنی جان، مال، اولاد اور عزت و آبرو سب کچھ اللہ کے نام پر لٹا دیں اور پوری انسانیت کو بھی اس کے لیے تیار کرنے کی کوشش کریں۔ ان سب کوششوں کے بعد جب ہم اس دنیا سے رخصت ہوں گے تو محبوب دو جہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امت کے اولیاء کرام، مشائخ عظام اور ہمارے اساتذہ کرام ہم سے خوش ہوں گے اور زبان حال سے یوں فرمائیں گے: مرحبا، مرحبا۔ تم نے امتی ہونے اور شاگرد ہونے کی ذمہ داری کو اچھے طریقے سے نبھایا ہے۔

(36) المشاہدہ بقدر المجاہدہ

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(سورہ العنکبوت آیت 69)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

اللہ رب العزت وہ ہستی ہے کہ اگر آپ خود اپنے نفس کو 10 فیصد اس کے سپرد کرتے ہیں، تو اللہ کے خزانے بھی 10 فیصد آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اسی طرح اگر آپ نے اپنے آپ کو 50 فیصد اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تو اللہ کا غیبی نظام بھی 50 فیصد آپ کے ساتھ ہو گا۔ اگر آپ نے 100 فیصد اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا تو اللہ کی مدد بھی آپ کے ساتھ دن رات غرض ہر حالت میں موجود رہے گی۔ یعنی اللہ رب العزت دن اور رات کے ہر لمحے میں آپ کی مشکلات حل فرمائیں گے اور مسائل

آسان فرمائیں گے۔ صحابہ کرام نے 100 فی صد اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لئے وقف کیا تو اللہ رب العزت کی مدد کو جنگِ بدر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ایک وقت آیا کہ اُن کی طاقت پوری دُنیا نے تسلیم کی۔

(37) اللہ کی بندگی کرنا فرض ہے

اللہ کی محبت اور بندگی مقصود بالذات ہے۔ اللہ رب العزت کی ذات سے تمام عالمین کو براہِ راست فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس میں اللہ کو مخلوق سے کچھ لینے کا کوئی غرض نہیں، لہذا اُس سے محبت کرنا اور اُس کی بندگی اختیار کرنا آسان اور ہر انسان پر فرض ہے۔

جو بندہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ اللہ کے پاس اس کے لئے کیا ہے وہ یہ خود دیکھ لے کہ اُس کے پاس اللہ کے لئے کیا ہے۔

(کتاب الذہد للامام احمد بن حنبل حدیث نمبر 1355)

(38) اللہ سے ہونے کا یقین

اس کلمے "لا الہ الا اللہ" کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دلوں سے اللہ کے ماسویٰ غیر کا یقین نکل جائے اور "محمد رسول اللہ" کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے جسم سے غیر کے طریقے نکل جائیں۔ اس وجہ سے دنیا میں ہمیشہ دو نظریوں کی جنگ رہی ہے:

1. ایک نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ مال سے کام ہوتا ہے اور دوسرے نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ نیک اعمال سے کام بنتا ہے۔

2. ایک نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ حکومت کی مرضی سے کام چلتا ہے اور دوسرے نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ اللہ کی مرضی سے کام چلتا ہے۔

3. ایک نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ ظاہری نقشوں سے کام ہوتا ہے اور دوسرے نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ

اللہ کی چاہت و منشاء سے کام ہوتا ہے۔

4. ایک نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ ظاہری نقشوں سے

کام بنتا ہے اور دوسرے نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ

اللہ کے غیبی نظام سے کام ہوتا ہے۔

5. ایک نظریے اور سوچ والے کہتے تھے کہ ہمارے شاہی

آفسروں سے کام ہوتا ہے اور دوسرے نظریے اور سوچ

والے کہتے تھے کہ اللہ کے لشکروں سے کام ہوتا ہے۔

لیکن آخر میں ہمیشہ اللہ کی چاہت سے ہی کام بنے اور

کامیابی کے حق دار نیک اعمال والے اور اللہ کے غیبی نظام سے

منسلک لوگ ہی ٹھہرے۔ جب کہ مخالف نظریات رکھنے والا گروہ

ہمیشہ ناکام و نامراد ہی رہا اور تباہی و بربادی اس کا مقدر ٹھہری۔

حاجی عبدالوہاب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر تیرا یہ

یقین ہو کہ میرے کام میرے مال سے ہوں گے تو پھر تیری پٹائی

مال سے ہی ہوگی۔ اگر یہ یقین ہو کہ میرے کام لوگوں سے ہوں گے تو پھر تیری پٹائی مخلوق سے ہوگی۔ اگر یہ یقین ہو کہ میرے کام حکومت سے بنیں گے تو پھر تیری پٹائی بھی حکومت سے ہوگی اور اگر یہ یقین ہو کہ میرے کام رب ذوالجلال کی قدرت اور مدد سے ہوں گے تو پھر اللہ تیرے معاملات اور کاموں کو آسان فرمادیں گے۔

(39) پوری کائنات کا نظام کلمہ کے دو اجزاء میں بند ہے

1- لا الہ الا اللہ یہ ہے مقصد زندگی۔	محمد رسول اللہ۔۔۔ یہ ہے طرز زندگی۔
2- لا الہ الا اللہ۔۔۔ جس سے اللہ کے ماسویٰ غیر کا یقین نکل جائے۔	محمد رسول اللہ۔۔۔ جس سے حضور ﷺ کے علاوہ غیر کے طریقے جسم سے نکل جائیں۔

3۔ لا الہ الا اللہ --- یہ اندر کی بات ہے۔	محمد رسول اللہ --- یہ باہر کی بات ہے۔
4۔ لا الہ الا اللہ --- یہ باطن کی دنیا بساتا ہے۔	محمد رسول اللہ --- ظاہری طور پر جسم پر سنتوں کو سجاتا ہے۔
5۔ لا الہ الا اللہ --- یہ من کی دنیا ہے جو قلب کو اللہ کی طرف متوجہ کرے۔	محمد رسول اللہ --- یہ تن کی دنیا ہے جو جسم کو عبادت میں لگائے۔
6۔ لا الہ الا اللہ --- یہ روحانی دنیا ہے۔	محمد رسول اللہ --- یہ جسمانی دنیا ہے۔
7۔ لا الہ الا اللہ --- باطن، جسے دکھایا نہ جا	محمد رسول اللہ --- ظاہر، جسے چھپایا نہ جاسکے یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا نقشہ ہے جسے کسی نوجوان کو

سکے۔	ظاہری سنتوں سے ہم آرا دیکھتے ہیں۔
8۔ لا الہ الا اللہ --- یہ یقین کی دنیا ہے کہ اللہ پر یقین پختہ ہو۔	محمد رسول اللہ --- یہ عمل کی دنیا ہے کہ سنت نبوی ﷺ پر مر مٹنے والا ہو۔
9۔ لا الہ الا اللہ --- اللہ کے احکامات پر یقین۔	محمد رسول اللہ --- اس بات کا یقین کہ حضور ﷺ کے طریقوں پر چلنے میں ہی کامیابی ہے۔
10۔ لا الہ الا اللہ --- جنگ بدر میں مسلمانوں کو اللہ کی مدد --- پاس کچھ نہ ہونے کے باوجود کامیابی۔	محمد رسول اللہ --- غزوہ اُحد میں معمولی سنت رہ جانے کے باعث فتح کا شکست میں بدلنا۔
11۔ لا الہ الا اللہ --- یہ	محمد رسول اللہ --- یہ

جڑ ہے، جڑ جتنی مضبوط ہو اتنا ہی فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔	درخت ہے، درخت خوبصورت اور سایہ دار ہو تو لوگ اس کے سائے میں بیٹھتے ہیں۔
12۔ لا الہ الا اللہ ۔۔۔ اللہ کو ماننا۔	محمد رسول اللہ ۔۔۔ اللہ کی ماننا۔
13۔ لا الہ الا اللہ ۔۔۔ یہ پاسپورٹ ہے۔	محمد رسول اللہ ۔۔۔ یہ ویزہ ہے۔
14۔ لا الہ الا اللہ ۔۔۔ یہ اللہ کی منشاء پر چلنا ہے۔	محمد رسول اللہ ۔۔۔ حضور ﷺ کی سنت پر چلنا ہے۔
15۔ لا الہ الا اللہ ۔۔۔ اس میں جلال ہے۔	محمد رسول اللہ ۔۔۔ اس میں جمال ہے۔

(40) اللہ کا قرب کیسے حاصل ہوگا؟

اللہ رب العزت کی منشاء اور چاہت کے مطابق ذکر و عبادت کرتے کرتے بندے کو آہستہ آہستہ قرب الہی نصیب ہو جاتا ہے اور بندے پر اللہ کی عظمت گھل جاتی ہے اور اللہ رب العزت کو بہت ہی اعلیٰ تصور کرتا ہے، پھر بندہ اپنی حقیقت پہچاننے کے بعد اپنے آپ کو چھوٹا بننے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے دور بھاگتا ہے۔ ایک مثال سے بات واضح ہو جائے گی۔

مثال: ایک باپ کا بڑا بیٹا دو بیٹی سے آرہا ہے، وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ساتھ لے کر ایئر پورٹ روانہ ہوا۔ راستے میں فضا میں جہاز نظر آیا، باپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اس جہاز میں آپ کا بھائی دو بیٹی سے آرہا ہے۔ وہ چھوٹا بیٹا کہنے لگا کہ یہ جہاز تو بہت چھوٹا ہے، کبوتر کی طرح نظر آرہا ہے، اس میں بھائی کیسے بیٹھ سکتا ہے؟ باپ بیٹا

دونوں چلتے ہوئے ایئر پورٹ پہنچ گئے، وہاں پر جہاز زمین پر اتر گیا،
تو بیٹے نے قریب سے جہاز کو دیکھا کہ ابو یہ جہاز تو بہت بڑا ہے۔
باپ کہنے لگے بیٹا یہ وہی جہاز ہے جس کو آپ کبوتر سمجھ رہے
تھے کہ جب آپ جہاز دور سے دیکھ رہے تھے تو جہاز چھوٹا نظر آرہا
تھا، ابھی آپ جہاز کو قریب سے دیکھ رہے ہیں اس لیے جہاز اپنی
حقیقت کی وجہ سے بڑا نظر آرہا ہے۔

بالکل اسی طرح جب ہم اپنی غفلت اور گناہوں کی وجہ
سے اللہ سے دور ہوں گے تو اللہ چھوٹا نظر آئے گا اور جب ہم نیک
اعمال کی وجہ سے اللہ کے قریب ہوں گے تو اللہ ہمیں اپنی حقیقت
کی وجہ سے بڑا نظر آئے گا اور ہم گناہوں سے کوسوں دور رہنے کی
کوشش کریں گے۔ اللہ ہمیں اپنا قرب نصیب فرمائے۔ آمین

(41) علم دین اللہ کے قرب کا آسان ذریعہ ہے

اللہ رب العزت وہ ہستی ہے جس نے بغیر کسی کمال کے

ہمیں دین مقدس کی خدمت کے لیے قبول فرمایا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اس نے اپنے قریب پہنچے کا ایک آسان ذریعہ یعنی علم بھی عطا فرمادیا۔ یہ علم ہی ہے کہ جس کے ذریعے اُس کمال والی ذات اللہ تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہر دور میں جس کسی نے بھی اللہ رب العزت کے ساتھ اپنا تعلق علم دین کے راستے سے بنایا، اللہ رب العزت نے نہ صرف اسے اس کی توقعات سے بڑھ کر قبولیت عطا کی ہے بلکہ اسے امت کے لیے ہدایت کا چراغ بھی بنا دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے خزانوں سے صحیح معنوں میں بہت کچھ حاصل کیا اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے شجرِ سایہ دار بن گئے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ صحیح علم انسان کو سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔

(42) اللہ کے تعلق سے کام بنے گا

یہ بات اچھے طریقے سے دل میں بٹھالیں کہ اللہ بہت

پیارا ہے اور اس کی معرفت بہت ضروری ہے۔ جیسے وزیر اعظم کو تو سب جانتے ہیں لیکن کام صرف اُسی کا بنتا ہے جس کا وزیر اعظم کے ساتھ خصوصی تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح آج کل دنیا کی آبادی تقریباً آٹھ ارب جو کہ مختلف مذاہب میں تقسیم ہیں لیکن کام صرف ان ہی کا بنے گا جن کا اللہ کے ساتھ تعلق ہو گا۔ اسی طرح ایک بزرگ رات کو چار پائی پر لیٹے آسمان کی طرف نگاہ جمائے ستارے دیکھ رہے تھے کہ پھر فرمانے لگے کہ یا اللہ! تو کتنا بڑا ہے لیکن تیری یاد والے بہت تھوڑے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایک بکری تو اپنے مالک کو پہچانتی ہے لیکن انتہائی حسرت و افسوس کا مقام ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہو کر بھی رب ذوالجلال سے غافل ہے اور دنیا کے کاموں میں ایسا مگن ہو چکا ہے کہ پیارے اللہ رب العزت کو بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی معرفت نصیب فرمائے۔ آمین

(43) اللہ کے ہاں اخلاص کا سکہ چلتا ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود پاک ہے ویسے ہی وہ پاک اعمال کو پسند اور قبول کرتے ہیں۔ ہمارے اسلاف اپنے اعمال کو اخلاص کے ساتھ انجام دے کر اور شریعت کے مطابق سجا سجا کر خوب صورت سے خوب صورت تر بنانے کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے تھوڑے اعمال کو قبولیت عطا فرما کر قیامت تک کے لیے ان کا فیض جاری فرما دیا کرتے تھے۔

لہذا عمل جتنا خوشبودار اور اخلاص والا ہو گا، اسی قدر آخرت میں اس کی قیمت زیادہ ہوگی۔ چنانچہ صحابہ کرام اپنی محدود زندگی، کم وسائل اور محدود ظاہری اسباب کے باوجود اندر سے مکمل طور پر مخلص اور سچے تھے، اسی لیے ان کے جسم سے ظاہر ہونے والے اعمال سچے اور خوشبودار ہوا کرتے تھے۔ نتیجتاً وہ امت کے لیے ایک معیار، ہدایت کے روشن ستارے اور نصف

سے زیادہ دنیا پر حکومت کرنے والے حکمران بنے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے 18 سال تک حکومت کی اور آخر میں 60 لاکھ اور 64 ہزار مربع میل پر حکومت قائم کی تھی۔ 40 ہزار میل بحری سفر کر کے روم کا ایک شہر قیساریہ فتح کیا جس میں 300 بازار لگتے تھے اور 1 لاکھ پولیس گشت کیا کرتی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 54 صوبوں کے حکمران تھے جو آج تقریباً 54 ممالک بنے ہوئے ہیں۔ اس زمانے کے مطابق عاجز نے جلالین شریف کے حاشیہ سے حساب لگایا تو تمام خشک اور آباد علاقہ 1 کروڑ 20 لاکھ مربع میل بنتا تھا۔ جس کا آدھا 60 لاکھ مربع میل بنتا ہے لہذا مسلمانوں کی حکومت آدھی دنیا سے زیادہ پر تھی۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانے میں 80 لاکھ مربع میل پر حکومت کی تھی۔ یہ تھا اخلاص۔ اللہ ہم سب کو اخلاص کی نعمت نصیب فرمائے۔

(44) اللہ کی طرف یعنی آخرت کی طرف سفر

فرض کریں کہ آپ کسی کام کے سلسلے میں اسلام آباد کے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس صورت حال میں ایک اجنبی ماحول میں رہائش، آمد و رفت اور کام کی تکمیل کے سلسلے میں ہو سکتا ہے کہ آپ کسی حد تک ذہنی طور پر پریشان اور فکر مند ہو جائیں۔ لیکن اس کے برعکس آپ کو اپنے کسی دوست یا عزیز کے بارے میں علم ہو کہ وہ اسلام آباد میں ہی رہتا ہے تو آپ کے اطمینان کا کیا عالم ہو گا؟ بلکہ سفر کی تکان اور ذہنی و جسمانی تکالیف کا احساس ہی تقریباً ختم ہو کر رہ جائے گا۔ کیونکہ اب آپ کو معلوم ہے کہ وہاں آپ کا دوست موجود ہے۔ اب آپ کو اڈے سے رہائش تک پہنچنے کے لیے گاڑی کی فکر ہو گی نہ رہائش کے انتظام اور مطلوبہ دفتری کام کا دل پر بوجھ۔ تاہم اگر وہاں کوئی دوست موجود نہ ہو تو دفتر تک جانا تو ایک درد سر بن جائے گا، رات گزارنا ایک

الگ مصیبت نظر آئے گا۔

اسی طرح ہمارا قبر اور آخرت کا بھی ایک سفر ہے، اگر ہمارا وہاں دوست پہلے سے موجود ہیں تو آخرت کے سفر میں موت کے وقت، قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت، قبر سے اُٹھنے کے بعد حساب و کتاب کے وقت اور جنت کا راستہ دکھانے میں وہ ہمارا کارساز ثابت ہو گا اور تو یہ سفر ہمارے لئے آسان ہو جائے گا، ورنہ بصورت دیگر بہت مشکلات کا سامنا کرنا ہو گا۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَنْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدُ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اسْتَعِيدُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَقَالَ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفَقَ نَعَالِهِمْ

إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ حِينَ يُقَالُ لَهُ يَا هَذَا مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا
دِينُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ (مشکوٰۃ جلد 1 حدیث 131)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کی جنازہ میں نکلے
جب ہم قبر پر پہنچے تو ابھی لحد تیار نہ ہوئی تھی۔ نبی کریم ﷺ بیٹھ
گئے اور ہم بھی بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔
نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ آپ ﷺ اس سے
زمین پر کرید رہے تھے پھر آپ ﷺ نے تیر اٹھایا اور فرمایا قبر
کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو! آپ ﷺ نے یہ بات دو یا تین بار
فرمائی۔ یقیناً جب جنازے والے واپس پلٹتے ہیں اور ان کے جوتوں
کی آہٹ سنتا ہے تو اس وقت میت کو آواز دی جاتی ہے اے
بندے بتا تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے۔

لہذا اس دنیا میں اللہ سے تعلق جوڑنا اس لیے ضروری

ہے کہ آخرت میں ہمارے کام آسان ہو جائیں۔ اللہ ہمیں اپنے سے تعلق جوڑنے کا در و نصیب فرمائے اور اپنے سے دوستی بنانے کے لیے خوب محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(45) اللہ کے پاس توشہ لے جانا

اللہ نے ہمیں دنیا میں نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ الدُّنْيَا مَزْرَعَةٌ الْآخِرَةِ (ترجمہ: دنیا آخرت کی کھیتی ہے)۔ چنانچہ ہمیں اس دنیا میں اس کی تیاری کرنی ہے اور پھر یہ ذخیرہ لے کر اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھیں، فرض کریں کہ کسی فیکٹری میں مشین کا کوئی پرزہ خراب ہوتا ہے اور فیکٹری کا مالک اپنے جنرل منیجر کو کراچی سے پرزہ لانے کے لیے بھیجتا ہے۔ GM اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ بنوں سے کراچی تو بہت دور ہے، کیسے جاؤں گا؟ تو فیکٹری کا مالک اس کے کام کو آسان اور ان پُر لطف بنانے کے لیے جہاز کے سفر،

فائیو سٹار ہوٹل میں بکنگ، ساحل سمندر کی سیر اور تحائف وغیرہ کی شاپنگ کی پیشکش کرتا ہے اور دفتری کام کے سلسلے میں ایک مرتبہ مزید تاکید کرتا ہے کہ جس کام کے لئے بھیج رہا ہو وہ کام ضرور ہونا چاہیے۔ اب GM صاحب اپنے تمام مراعات سے فائدہ تو اٹھالیں لیکن پُرزے والا کام بھول کر خالی ہاتھ بنوں واپس تشریف لے آئیں اور جب پُرزے کے متعلق پوچھا جائے تو GM صاحب جواب دیں کہ جی! وہ کام تو میں بھول ہی گیا۔ تو اندازہ لگائیں کہ فیکٹری کا مالک کس قدر ناراض ہو گا بلکہ ڈانٹ بھی پلائے گا کہ اللہ کے بندے! مراعات سے فائدہ اٹھانا تو اصل مقصد نہ تھا بلکہ مقصود تو وہ پرزہ لانا تھا جو تم بھول گئے۔ اس وقت GM کے پاس سوائے شرمندگی کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔

اسی طرح ہم ایک دن اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اگر اللہ نے پوچھ لیا کہ میں نے تمہیں صحت دی، جوانی دی، بیوی

دی، اولاد دی، گھر دیا، عزت دی، غرض تمہاری ضرورت اور سہولت کی ہر شے آپ کو عطا کی تھی۔ تم میرے پاس کیا نیک عمل لے کر آئے ہو؟ خود کتنے نیک اعمال کئے اور دوسروں کو نیک اعمال پر لانے کے لیے کتنی محنت کی؟ پھر اس وقت ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندہ ہوں گے۔ لہذا ہمیں اس شرمندگی سے بچنے کے لیے ابھی سے دنیا میں نیک اعمال کا توشہ تیار کرنا ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں قیامت کے دن افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

(46) اللہ کے سامنے پیشی

اللہ رب العزت عظیم ہستی ہے اور ہم اللہ کے عاجز بندے ہیں۔ انسان دنیا میں چند دن کا مہمان ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی پر اسے اپنی ساری زندگی کا حساب دینا ہو گا۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے کہ اے بندے! اگر تیرا یہ گمان ہو

کہ میں عرش سے تجھے نہیں دیکھتا تو یہ تیرے ایمان میں خلل (کمی) ہے اور اگر تیرا یہ گمان ہو کہ میں تجھے عرش سے دیکھ رہا ہوں تو پھر مجھے اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے کم درجہ کیوں دیتا ہے؟ یعنی ایک بچے سے تو تم حیا کرتے ہو اور اس کے سامنے گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے۔ جبکہ میں رب ذوالجلال جو عرش سے تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہوں، میرے سامنے تم کس جرات سے گناہ کے مرتکب ہوتے ہو، میرے علاوہ تو اپنے پرائے سب ہی کا لحاظ کرتے ہو۔

(47) اللہ کے سامنے حساب تمام عمر کا

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ اللَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ

(حوالہ بخاری شریف، جلد نمبر دوم، ص 2144؛ مکتبہ البشرى)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب کلام کرے گا۔ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان ہو گا اور نہ کوئی پردہ۔

دنیا کا سفر طے کرنے کے بعد قیامت کا ایک مشکل دن ضرور آئے گا جب ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر ساری زندگی کا حساب دیں گے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کریانہ کی دکان کھول کر دی اور نصیحت کی کہ بیٹا! ہر روز تمہیں رات کو مجھے حساب دینا ہو گا کہ دکان میں نیا سامان کتنا آیا اور کتنا خرچ ہوا۔ چنانچہ بیٹے نے ہر روز رات کو آمدن (input) اور خرچ (output) کا حساب دینا شروع کر دیا۔ ابھی ایک ہی ہفتہ گزرا ہو گا کہ تنگ آکر کہنے لگا کہ ابو! یہ روز روز کا حساب کتاب مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ تو باپ کی

آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہنے لگا کہ بیٹا! مجھے دکانداری میں تمہاری مہارت مقصود نہیں تھی بلکہ یہ بات تمہارے دل میں بٹھانی تھی کہ حساب دینا کتنا مشکل کام ہے۔ دیکھ لو! ایک ہفتے میں ہی تمہارا حوصلہ جواب دے گیا۔ ایک دن آئے گا جب اللہ کے سامنے پیش ہونا ہوگا اور تمام عمر کا حساب دینا ہوگا۔ چنانچہ اس حاضری کے لیے ہر وقت تیار رہو۔ لہذا ہمیں بھی غفلت والی زندگی چھوڑ کر خود کو ہر وقت قیامت کے دن کے لیے تیار اور مستعد رکھنا چاہیے۔

(48) معمولاتِ نبوی ﷺ

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَلَا أَمْثَلُ

(جامع الترمذی جلد 4 ص 601 حدیث نمبر 2398)

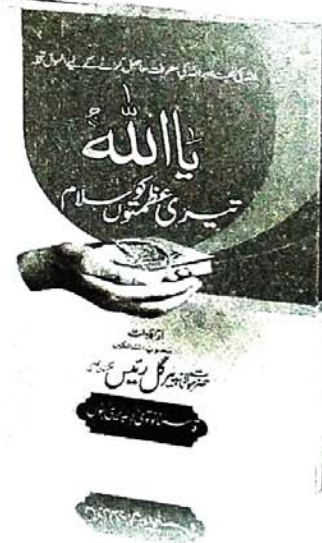
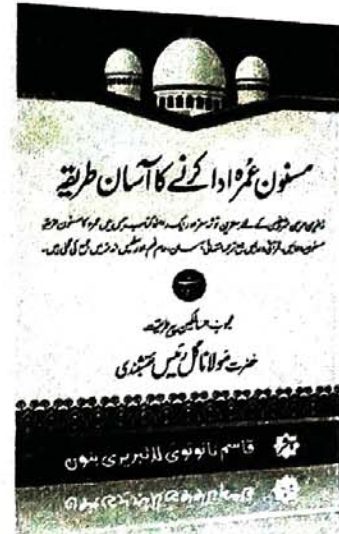
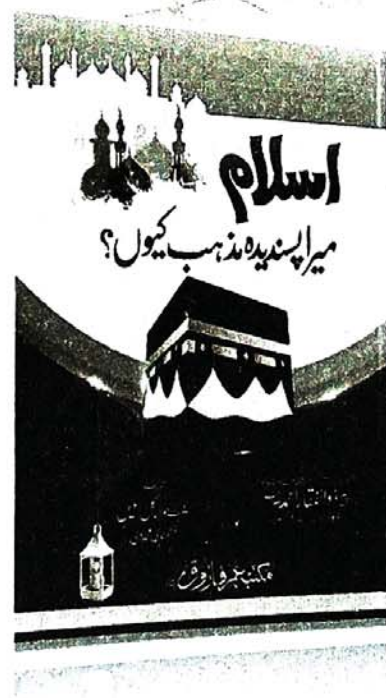
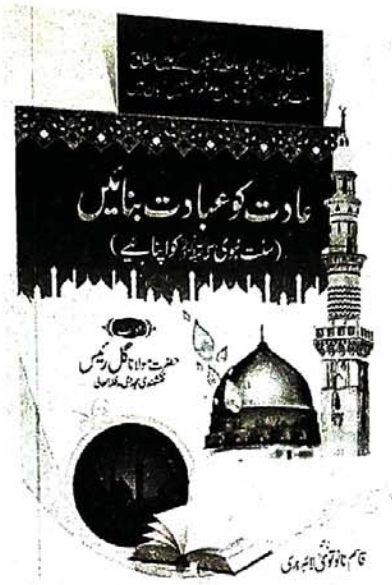
ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے

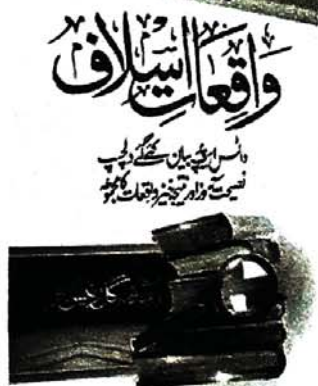
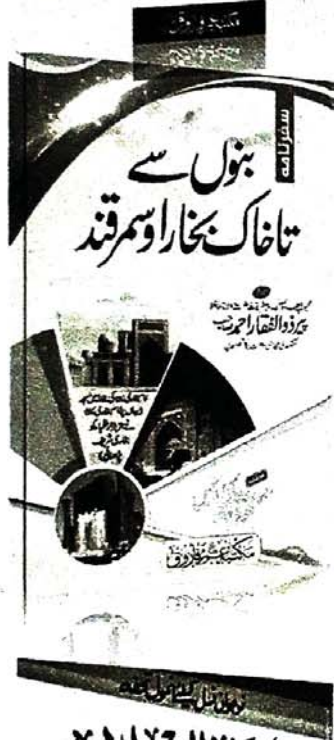
روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون سے
لوگ سب سے زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے
فرمایا، انبیاء پھر جو ان کے بعد درجہ بدرجہ افضل ہوں (یعنی نیک
لوگ)۔

جس انسان کا جس قدر بڑا مرتبہ ہوتا ہے، اسی انداز سے
اُسے امتحانات سے بھی گزارا جاتا ہے۔ تاکہ وہ آنے والے حالات
کا صحیح طریقے سے مقابلہ کر سکے اور اُسے زیادہ سے زیادہ پھل مل
سکے۔ لہذا کوئی شخص جتنا بڑا آدمی بننا چاہے گا، اتنا ہی اس کے
امتحانات سخت ہوں گے۔ M.Phil, Ph D اور CSS وغیرہ کے
امتحانات بھی بہت سخت ہوتے ہیں لیکن اس کے بعد ملنے والا پھل
بھی بہت میٹھا ہوتا ہے اور وہ لوگ ملک کے بڑے بڑے عہدوں پر
فائز ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو شخص ساری کائنات کے خالق و مالک

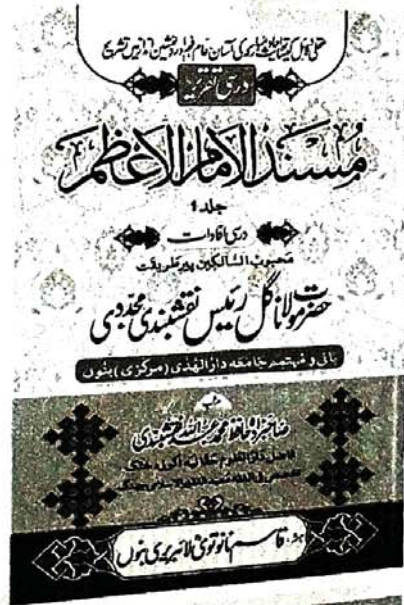
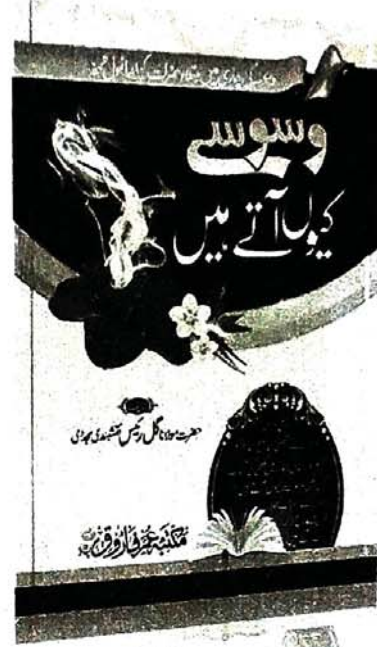
"اللہ" سے تعلق پیدا کرنا چاہے تو اسے اپنے نفس کو امتحان کے لیے تیار کرنا ہو گا۔ مزید یہ کہ نفس و شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا ہو گا اور قربانی دینا ہو گی، اپنی پوری زندگی کو حضور ﷺ کے سنتوں کے ڈھانچے میں ڈالنا ہو گا تب کام بنے گا۔

محبوب السالکین
حضرت مولانا پیر گل رئیس
نقشبندی مجددی

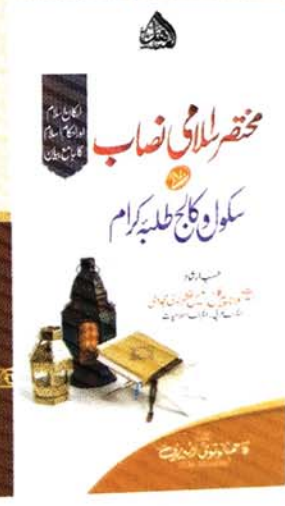
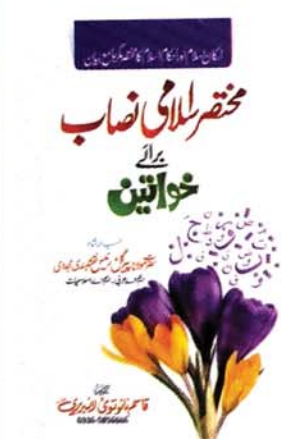
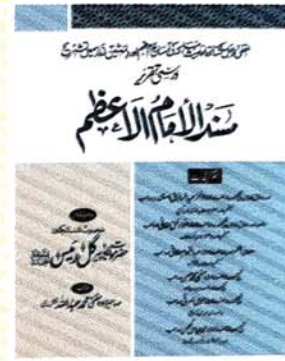
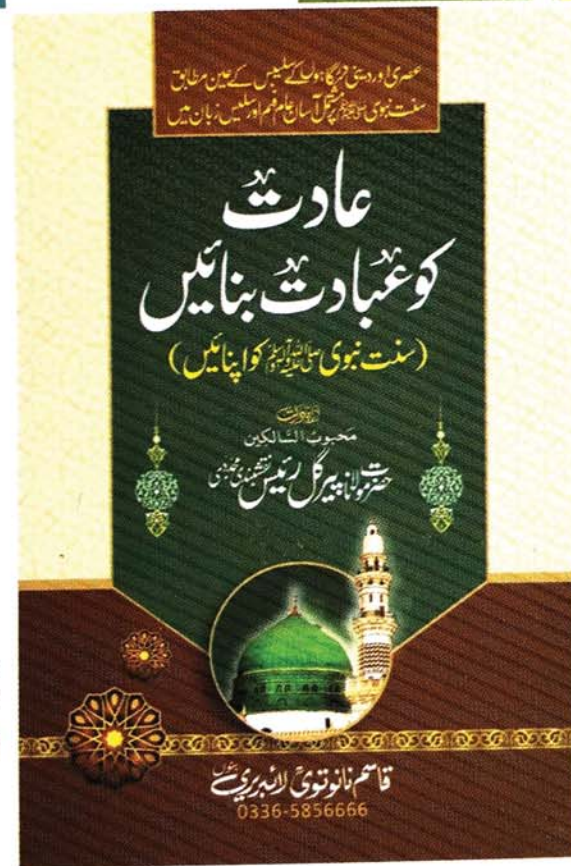
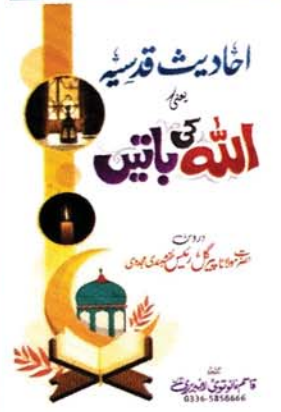
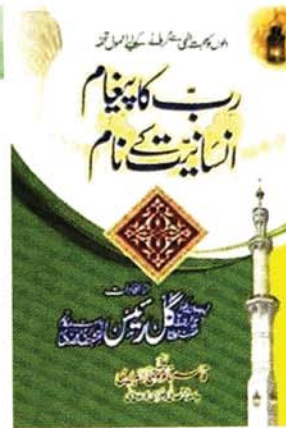
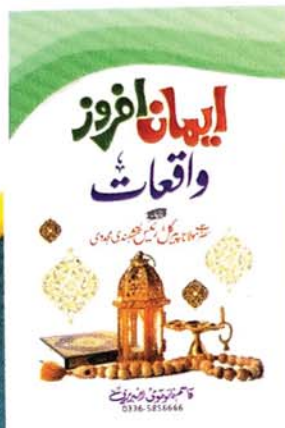
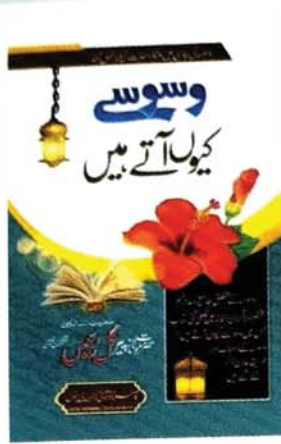




تذکرہ خیر القلوب



محبوب السالکین پیر طریقت حضرت مولانا گل رئیس نقشبندی کا سلسلہ مطبوعات قاسم نانوتوی لاہری بنوں



قاسم نانوتوی لاہری
جامعہ دارالہدی جاسن روڈ بنوں
0336-5856666 | 0335-8030171